ہفت روزہ
ترجمانِ اسلام
لاہور

نگرانِ اعلیٰ
مفتی محمود

2/-
16

مجاہد اوّل سردار عبدالقیوم اپنی سیاسی سالگرہ کے موقع پر ؟

ملتان بار کے "بادشاہ گروپ" کو عبرتناک شکست !



۹ اپریل ۱۹۷۷ء کے دردناک واقعات کی جھلک

کیا حضرت مدنیؒ سے نسبت جرم ہے ؟







جب ہمیں دھوکا ہمارے رہنما دینے لگے

پھر وہ ہم کو دیکھ کر کچھ مسکرا دینے لگے
پھر ہم اپنے دل سے پچھلے غم بھلا دینے لگے

ذکر کیوں چھیڑا ہے پھر اس بے وفا کا دوستو!
کیوں دبی چنگاریوں کو پھر ہوا دینے لگے

دوستوں کی بے وفائی کا تماشا دیکھ کر
میرے دشمن بھی مجھے دادِ وفا دینے لگے

زیست کے ماحول میں جب ظلمتیں چھانے لگیں
روشنی راہوں میں میرے نقشِ پا دینے لگے

تیغ جب چمکی تو فرزانوں پہ سکتہ چھا گیا
جو تھے دیوانے وہ قاتل کو دعا دینے لگے

ہو گیا معلوم جبکو رازِ عمرِ جاوداں
کوئے قاتل میں وہ جا جا کر صدا دینے لگے

قافلے والو ملے گا کیا تباہی کے سوا
جب ہمیں دھوکہ ہمارے رہنما دینے لگے

زہر کا پیالہ ہے اے سلمانؔ ان کے ہاتھ میں
خضر بن کر جو تمہیں آبِ بقا دینے لگے

محمدؐ سلمان گیلانی

اب اگر حکومت اس قسم کا کوئی تجربہ کرنا چاہتی ہے تو ہماری رائے یہ ہے کہ ہمارا ملک پے بہ پے تجربات کا متحمل نہیں ہے اور پھر تجربہ برائے تجربہ اہمیت بھی کیا رکھتا ہے۔

سردار عبدالقیوم خان نے قومی حکومت کے قیام کے سلسلے میں انتھک اور بھرپور کوشش کی ہے اور انہوں نے یہاں تک کہنے سے بھی دریغ نہیں کیا کہ موجودہ شدید بحران کا واحد حل قومی حکومت کا قیام ہے

بحران کا لفظ جس شدت کے ساتھ سردار صاحب نے ارشاد فرمایا ہے اس کی اصل حقیقت تو سردار صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے اس تند و تیز لہجے میں یہ لفظ کس معنی اور کس مفہوم میں بیان کیا ہے اور یہ بھی سردار صاحب ہی جانتے ہوں گے کہ وہ کون سے ایسے فوری خطرات ہیں جن سے بچنے کے لئے قومی حکومت کی تشکیل ناگزیر ہو گئی ہے۔

ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ محض قومی حکومت بھی ان مسائل کا حل نہیں ہے جو ملک و قوم کو درپیش ہیں۔ قومی حکومت کے قیام کو ان مسائل کے حل کا ایک کارآمد ذریعہ تو قرار دیا جا سکتا ہے منزل و مقصد نہیں۔ اور یہ ذریعہ بھی کارآمد اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جبکہ مشیروں کے تقرر کے تجربہ کو سامنے رکھتے ہوئے کام کرنے کی نیو اٹھائی جائے ورنہ تو میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا۔

ہم اگر ملک کو بحران سے نکال کر استحکام کی راہ پر ڈالنا چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم مومن قانت کا کردار ادا کرتے ہوئے اس حقیقت کو بلا تاخیر جاری و ساری کر دیں جو اس ملک کی اساس ہے اور وہ ہے اسلامی نظام کا نفاذ۔ اس مقصد کے لئے قوم نے آج سے تیس سال قبل بے بہا قربانیاں دی تھیں اور اسی گم کردہ منزل کو پانے کے لئے گذشتہ سال تاریخ ساز اور عدیم المثال قربانیاں پیش کی ہیں۔

ان فقید المثال قربانیوں کے بعد بھی جو پوری قوم نے گذشتہ سال پیش کی ہیں اگر ملک میں اسلامی نظام نافذ نہ کیا گیا اور نئے نئے ناموں اور جدید عنوانوں سے وہی طبقہ پھر ملک پر مسلط ہونے میں کامیاب ہو گیا جو تیس سال سے ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا رہا ہے تو ملک و قوم کیلئے یہ بہت بڑا المیہ ہو گا۔

اس سلسلہ میں پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں سے کچھ کہنا تو تحصیل حاصل کے مترادف ہے کیونکہ انہیں بخوبی علم ہے کہ عوام نے ان کی قیادت میں کس مقصد کے لئے قربانیاں دی تھیں اور عوام ان سے کس قسم کی توقعات وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ ان عظیم المرتبت رہنماؤں کو یہ بھی معلوم ہے کہ عوام آج بھی وہی کچھ چاہتے ہیں جو چاہتے تھے۔ لہذا عوام اپنے رہنماؤں سے بجا طور پر یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ایسے قربانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی قدم اٹھائیں جو گذشتہ سال انہی ایام میں دی جاتی رہی ہیں۔

قصہ درد سنائیں کس کو؟

سیاسی سرگرمیوں پر پابندی سے قبل منعقد ہونے والے جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی و صوبائی مجالس عاملہ کے اجلاس میں جہاں اور بہت سے امور زیر بحث آئے تھے وہاں "ترجمان اسلام" کے بقایا جات اور توسیع اشاعت کی بھی بات چلی تھی۔ اس سلسلہ میں راقم نے ادارہ ترجمان اسلام، جمعیۃ علماء اسلام کے وابستگان اور ترجمان اسلام کے ایجنسی ہولڈروں کی پوزیشن اجلاس کے سامنے رکھی۔

مجالس عاملہ کے اجلاس میں ادارہ ترجمان اسلام کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے میں نے انتہائی کرب کے ساتھ اس حقیقت کا تذکرہ کیا تھا کہ ادارے کو پورے ملک سے جماعتی خبریں بغرض اشاعت موصول ہوتی ہیں مگر کسی ایک خبر میں بھی ترجمان اسلام کی اشاعت میں اضافہ کے لئے کچھ کرنے کے عزم کا اظہار نہیں ہوتا اور نہ ہی بالفعل اس سلسلہ میں جماعتی احباب توجہ فرماتے ہیں دورے ہوتے ہیں، جلسے کئے جاتے ہیں، اجلاس بلائے جاتے ہیں، بہت سے امور زیر بحث آتے ہیں مگر ترجمان اسلام کی اشاعت میں اضافہ کا کوئی پروگرام نہیں بنایا جاتا۔

دوسری گذارش یہ کی گئی تھی کہ ترجمان اسلام کے ایجنسی ہولڈروں کی طرف کئی کئی ماہ کے بقایا جات ہیں۔ انہیں بار بار یاد دہانی بھی کرائی جاتی ہے۔ نمائندہ بھی پہنچتا ہے مگر ایجنسی ہولڈر وعدہ فردا پر ٹرخاتے رہتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوسناک یہ امر ہے کہ ان ایجنسی ہولڈر حضرات کی اکثریت جماعت سے وابستہ ہے بلکہ بعض حضرات تو جماعتی عہدوں تک پر متمکن ہیں۔

عجیب تر یہ کہ فیصل آباد، سرگودھا، گوجرانوالہ، ساہیوال، ڈیرہ اسمٰعیل خان اور ملتان ایسے کاروباری شہر اور جہاں جماعت کی پوزیشن بھی مضبوط ہے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوتے اور ادارہ مشکلات کا شکار رہتا ہے جبکہ تمام ایجنسی ہولڈروں کو ۳۳/- فی صد کمیشن بھی دی جاتی ہے۔

امیر مرکزیہ حضرت درخواستی مدظلہ، نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد شریف صاحب وٹو مدظلہ اور قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ نے متعدد بار ارشاد فرمایا کہ نادہندگان کی فہرست شائع کرو مگر ادارہ پردہ پوشی سے کام لیتا رہا۔ وجہ اس کی یہ کہ اس فہرست میں کچھ نہیں بہت سے پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں۔

اس مرتبہ حضرت مفتی صاحب سے ملتان ملاقات ہوئی تو انہوں نے بغیر میرے کچھ عرض کئے ارشاد فرمایا کہ ایجنسی ہولڈروں کو ایک ہفتے کی وارننگ دے کر ان کے نام ترجمان اسلام میں اس وقت تک شائع کرتے رہو جب تک کہ بقایا جات وصول نہ ہو جائیں۔

لہذا وارننگ نہیں میں گذارش کرتا ہوں کہ ہمارے "کرم فرما" ایک ماہ کے اندر اندر ادارہ ترجمان اسلام کو تمام بقایا جات ادا فرما کر ممنون فرمائیں، ورنہ تو ادارہ کو حضرت مفتی صاحب والے نسخہ پر عمل کرنا ہو گا۔ اس سلسلے میں ہر جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے شہر کے ایجنسی ہولڈروں کا پتہ چلا کر معلوم کریں کہ انہوں نے ادارہ کی کتنی رقم ادا کرنی ہے اور پھر اس رقم کی ادائیگی کا بندوبست کریں اور اسی طرح سے اشاعت میں اضافہ کی کوشش بھی کی جا سکتی ہے۔ حکومت کی طرف سے بھی ایسی کوئی پابندی نہیں ہے کہ اسے سیاسی سرگرمی قرار دیا جائے۔

محمد سعید الرحمٰن علوی

کیا حضرت مدنیؒ سے نسبت جرم ہے؟

ادارہ تحقیقات اسلامی کے سربراہ جناب رشید احمد صاحب جالندھری کو پچھلے دنوں ادارہ کی سربراہی سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ موصوف ایک غریب گھرانے کے فرد تھے۔ محنت و ذکاوت کے پیش نظر مالک الملک نے ان کی دستگیری کی اور وہ دیوبند۔ ازہر اور آکسفورڈ کی تعلیم گاہوں تک پہنچے اور ہر جگہ اعزازی حیثیت سے کامیاب ہوئے۔ ان کی صلاحیتوں کے پیش نظر پہلے تو انہیں محکمہ اوقاف کی علماء اکیڈمی کا ڈائریکٹر مقرر کیا گیا جس پر انہوں نے ایک عرصہ کام کیا اور بعد میں وہ مختلف مراحل طے کرتے ہوئے ادارہ کے سربراہ مقرر ہوئے۔

پچھلے کچھ دنوں سے موصوف کے خلاف ایک طبقہ سرگرم عمل تھا جس کی نمائندگی کرتے ہوئے روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے ان کے خلاف مستقل اداریہ سپرد قلم کیا جس میں ان کے ساتھ ساتھ شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی اور امام الہند حضرت مولانا آزاد قدس سرہما پر بھی کیچڑ اچھالا گیا اور ان مرحوم بزرگوں کے خلاف اپنے بغض کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے لاتعداد عقیدتمندوں کے دل دکھائے۔

نوائے وقت کے اس اداریہ کی اشاعت پر ہی ہمارا ماتھا ٹھنکا اور ہم سوچنے لگے کہ کہیں ڈاکٹر صاحب کسی ستم کا شکار نہ ہو جائیں۔ اور پھر اس قسم کی خبریں آنے لگیں جن سے دلکی دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں اور بالآخر وہ گھڑی آ پہنچی جب بندہ نے حضرت الشاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ کی یادگار مدرسہ عربیہ قادریہ ڈھڈیاں ضلع سرگودھا کے جلسہ پر کسی دوست سے یہ خبر سن لی۔ لاہور آنے کے بعد صورتحال کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اسلامی مشاورتی کونسل کے سربراہ جناب محمد افضل چیمہ صاحب کی رپورٹ پر یہ قدم اٹھایا گیا ہے چیمہ صاحب جو ان دنوں ملک سے باہر ہیں اور غالباً امریکہ میں اپنی آنکھوں کا آپریشن کروانے گئے ہیں' نے جاتے جاتے موصوف کے خلاف رپورٹ لکھی۔ علاوہ دوسرے الزامات کے ایک الزام یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر صاحب مولانا السید حسین احمد مدنی کے عقیدتمند ہیں اور وہ دو قومی نظریہ کے خلاف تھے۔ ایک الزام جو اس رپورٹ میں لگایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ موصوف خود بھی سیکولر خیالات کے حامل ہیں۔ سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ غریب خاندان کے ایک فرد کو جس نے محنت کی بنیاد پر یہ مقام حاصل کیا اور جو "بڑائی" کے مروجہ اسباب و ذرائع سے محروم ہے اور علم و تحقیق کا پاکیزہ ذوق رکھنے والا خوددار اور باغیرت انسان ہے' ایسے الزامات سے آگاہ کئے بغیر اور صفائی کا موقع دیئے بغیر اس طرح الگ کر دیا گیا ہے اور اس طرح سابقہ دور کی غلط روایت کو دہرایا گیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ موصوف سے جواب طلبی کی جاتی اور ان کے خیالات و افکار پر ان سے باقاعدہ پوچھا جاتا اور پھر کوئی قدم اٹھایا جاتا۔

اللہ تعالٰے جو احکم الحاکمین ہے اور تمام حقائق سے واقف و آگاہ ہے وہ بھی "مجرموں" پر "اتمام حجت" فرماتا ہے لیکن افسوس کہ اس کے بندے اور اس کے دین کے نام لیوا "تخلقوا باخلاق اللہ" کے اصولوں پر عمل نہیں کرتے اور جب چاہتے ہیں کسی کو "مجرم" قرار دیدیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے افکار پر ان سے جواب طلبی کے علاوہ ان کی ادارت میں شائع ہونے والا مجلہ "فکر و نظر" (ترجمان اسلامی تحقیقاتی ادارہ) کی فائلیں موجود ہیں۔ ان کو پڑھ کر موصوف کے افکار کو سمجھا جا سکتا ہے' لیکن افسوس کہ ایسا بھی نہ کیا گیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس آسانی سے کسی کو علیحدہ کرنے کے لئے پچھلے دنوں ایک صدارتی حکم جاری کیا گیا تھا جس کی روشنی میں یہ اقدام کیا گیا ہے لیکن گستاخی معاف کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ بھٹو صاحب جیسے مجرم کے لئے عدالتوں کے دروازے کھلے ہیں لیکن علم و تحقیق کی وادی میں عمر گذارنے والا اس سے محروم ہے؟

موصوف کے افکار کی بات پر تو ہم آئندہ کبھی گذارش کریں گے' اس وقت ہم ان کے پہلے "جرم" یعنی حضرت مدنی سے نسبت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں؟

حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی یو۔پی کے ایک معزز و شریف خاندان کے فرد تھے۔ مالک الملک نے ابتدا میں ہی ان کی تعلیم و تربیت کا یہ انتظام فرمایا کہ وہ پرائیویٹ سیکٹر میں چلنے والی دنیا کی سب سے بڑی درسگاہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں پہنچا دیئے گئے۔ ازہر ہند کا وہ دور حضرت الشیخ مولانا محمود حسن کا تھا اور اس کے سرپرست قطب عالم فقیہہ العصر مولانا رشید احمد گنگوہی تھے۔ از اول تا آخر ازہر ہند میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد امام ربانی حضرت گنگوہی کی خدمت میں پہنچ کر استفادہ باطنی کیا اور پھر والد گرامی جو خود صاحب نسبت اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے تعلق والے تھے کے ساتھ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ دراصل والا گرامی کا ارادہ "ہجرت" کا تھا لیکن خاندان کے سب افراد ساتھ چلے گئے۔ حرم مکی میں ان دنوں شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ تشریف فرما تھے۔ مولانا گنگوہی نے اپنے فرزند عزیز کو شیخ سے ملنے کی تلقین کی اور شیخ نے آپ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر بے پناہ شفقتوں سے نوازا۔ بعد ازاں جب مدینہ طیبہ جانا ہوا تو خود حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی [illegible] طرح نوازا گیا۔ [illegible] مالک الملک کا خاص کرم [illegible]

مولانا مدنی کو پیغمبر امّی کے روضۂ مقدسہ کے جوار میں اٹھارہ۔ انیس سال حدیث رسول پڑھانے کا شرف حاصل ہُوا۔ اس کے بعد اپنے استاذ و مربی حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے ساتھ آزادی ہند کے سلسلہ میں مالٹا کی اسارت کے وحشتناک مراحل سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن ان بلا نوشان محبت نے جس صبر و استقامت سے یہ وقت گذارا وہ خدا کی خصوصی توفیق کے بغیر مشکل ہے۔

مالٹا سے رہائی کے بعد آپ ہندوستان تشریف لائے اور چند سال دوسرے مدارس میں قیام فرمانے کے بعد اپنے اساتذہ و شیوخ کی یادگار دار العلوم دیوبند میں صدر المدرسین و شیخ الحدیث کی حیثیت سے رونق افروز ہوئے۔ آپ نے اپنی طویل تدریسی و تعلیمی زندگی میں آزادی وطن کی خاطر جو جد وجہد کی اس کا اعتراف نہ کرنا خطرناک قسم کی طوطا چشمی ہے۔ آپ کی سرگرمیوں کا اصل اسٹیج و مرکز جمعیۃ علماء ہند تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کانگرس کے بھی صف اوّل کے راہنماؤں میں شریک تھے اور دیانتداری کے ساتھ آزادی وطن کے لئے اس اسٹیج کو مستحکم و مضبوط کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ چونکہ مسلم لیگ آزادی کے بعد تقسیم کا اصول اپنا چکی تھی اس لئے اسے قدرتی طور پر ایسے شخص سے چڑ اور ضد تھی جو تقسیم کا مخالف تھا۔ تقسیم ملک کے اکتیس سال بعد اس مسئلہ پر گفتگو کرنا اور بحث و تمحیص بے سود ہے کہ کس کا نظریہ صحیح تھا اور کس کا غلط؟ غلط و صحیح سے قطع نظر ایک بات ہو چکی، اس پر وقت کیوں ضائع کیا جائے۔ بلکہ اب تو ضرورت یہ ہے کہ تقسیم شدہ ملک کا جو حصہ ہمیں ملا ہے اس کی ترقی و تعمیر کے لئے خلوص دل سے کام کیا جائے۔

مولانا مدنی اور مولانا آزاد سے بڑھ کر کوئی آدمی تقسیم کا مخالف نہ تھا لیکن ان حضرات نے بھی تقسیم کے بعد اپنے ملنے والوں کو اجتماعی و انفرادی طور پر نئے ملک کے استحکام و ترقی کیلئے بھرپور جد وجہد کرنے کی تلقین کی اور مولانا آزاد جب بحیثیت وزیر تعلیم ہند، یورپ کے سفر پر جاتے ہوئے کچھ دیر کے لئے کراچی رکے تو باوجودیکہ حکومت پاکستان نے انہیں عام طور پر کسی سے ملنے ملانے کی اجازت نہ دی لیکن وہ بانیٔ پاکستان کی قبر پر یہ کہہ کر گئے کہ اختلافات زندگی میں ہوتے ہیں موت کے بعد نہیں۔

اسی طرح روزنامہ "جنگ" و "اخبار جہاں" کے مشہور کالم نویس حافظ بشیر احمد غازی آبادی کے بقول کہ انڈیا میں کسی جگہ جلسہ تھا جہاں دوسرے لوگوں کے علاوہ مولانا مدنی بھی تھے۔ جب بعض مقررین نے بانیٔ پاکستان کے متعلق کچھ سخت سست الفاظ کہے تو مولانا مدنی غضبناک ہو کر اٹھے اور سختی سے فرمایا کہ ایک شخص جو دنیا سے رخصت ہو چکا ہے اس کے متعلق کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے اور آپ لوگوں کے پاس دوسرا کوئی موضوع نہیں؟ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس قسم کی کشادہ قلبی اور وسعت ظرفی کا ادھر سے کم ہی مظاہرہ ہُوا ہے اور بعض اخبارات اور ان کے گنے چنے قلمکار دوست تو چند سے بعد مرحوم مولانا مدنی وغیرہ کے متعلق جب تک چٹکی نہ لے لیں شاید ان کی روٹی ہضم نہیں ہوتی۔ اور ایسا کرنے والے دوست اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ اس ملک میں ان خاصان خدا سے تعلق و عقیدت رکھنے والے لوگوں کی کمی نہیں۔ جب ان کے ممدوح بزرگوں کے خلاف اس طرح کا ہنگامہ کیا جائے گا تو وہ یقیناً رنجیدہ خاطر ہوں گے اور ملک کی اتنی بڑی آبادی کو ذہنی تکلیف پہنچانا کوئی خدمت نہیں اور پھر جبکہ وہ لوگ مسلم لیگی عمائدین کا نہ صرف یہ کہ نام احترام سے لیتے ہیں بلکہ ماضی کے مسائل پر گفتگو بھی نہیں کرتے اور ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے مخلصانہ جد وجہد بھی کرتے ہیں تو پھر یہ ہنگامہ آرائی کیوں؟

حضرت مولانا مدنی کے متعلق جو الزام بار بار دہرایا جاتا ہے اور جسکو ہمیشہ نئے انداز سے نمک مرچ لگا کر پیش کیا جاتا ہے وہ ان کی دہلی کی ایک تقریر کے بعض جملے ہیں جنہیں بعض خوف خدا سے بے نیاز اخبار نویسوں نے غلط انداز سے چھاپ کر دنیا کے سامنے پیش کیا اور پھر اس پر مرحوم علامہ اقبال نے ایک رباعی بھی لکھی۔ جن دنوں یہ واقعہ پیش آیا ان دنوں علامہ اقبال مغفور بیمار تھے اور چند ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ شدت جذبات میں انہوں نے رباعی کہہ ڈالی گو کہ ان جیسے بڑے آدمی کا فرض تھا کہ صاحب تقریر سے رجوع فرماتے اور اصل واقعہ کی تحقیق کرتے لیکن ایسا نہ ہُوا۔ تاہم ان کی عظمت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ مرحوم علامہ طالوت کی توسط سے جب خط و کتابت ہوئی تو علامہ نے بڑے انسان کا ثبوت دیتے ہوئے معذرت فرمائی اور معذرت پر مشتمل ان کا مکتوب گرامی لاہور کے اخبار "احسان" میں چھپ گیا۔ ہمیں حیرت ہے کہ "فیضان" نامی ایک ہفتگی کے کسی مضمون نویس نے علامہ مرحوم کی معذرت کا ہی انکار کر دیا ہے حالانکہ یہ بدیہی حقیقت ہے۔ درحقیقت مضمون نویس نے یہ سمجھا کہ اس قصہ کے انکار میں علامہ کی عظمت کا راز مضمر ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ غلطی کا اعتراف عظیم لوگوں کا کام ہوتا ہے اور علامہ دوسرے اسباب کے علاوہ اس سبب سے بھی عظیم ہیں کہ انہوں نے ضد نہیں فرمائی بلکہ معاملہ کی وضاحت ہو جانے کے بعد اپنا اعتراض واپس لے لیا۔

المیہ یہ ہوا کہ علامہ مرحوم جلد ہی وفات پا گئے اور ان کے آخری مجموعہ کلام "ارمغان حجاز" میں وہ رباعی جوں کی توں چھپ گئی۔ اوّل تو اسے چھاپنے کی ضرورت نہ تھی کہ انکا اور بھی بہت سارا کلام متروک کیا جا چکا ہے۔ لیکن اگر چھاپنا ناگزیر تھا تو کم از کم وضاحتی نوٹ ساتھ چھاپ دیا جاتا لیکن جو لوگ (بالخصوص چوہدری محمد حسین) ان کے مجموعہ کلام کی اشاعت کے ذمہ دار تھے، ان کی ہمدردیاں علامہ اقبال مرحوم سے زیادہ انگریز سے تھیں اور انہوں نے مرحوم شاعر کی چھتری میں اپنے آپ کو پناہ دے رکھی تھی اس لئے انہوں نے وہ رباعی جوں کی توں جڑ دی۔ اب اس رباعی کی بنیاد پر موقعہ بے موقعہ شیخ الاسلام مولانا مدنی پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے اور ابھی حال ہی میں "نوائے وقت" نے ایک طویل مضمون کئی اقساط میں چھاپا جو معروف منکر حدیث چوہدری غلام احمد پرویز کے رسالہ "طلوع اسلام" میں تقسیم سے قبل چھپ چکا ہے اور حال ہی میں بغض معاویہ کا شکار "مدعیان سواد اعظم" کی کسی تنظیم یا مکتبہ نے اسے بصورت پمفلٹ چھاپا ہے۔ ہم حتمی طور پر تو نہیں البتہ کسی درجہ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مضمون مسٹر پرویز کے خبث باطنی کا شاہکار ہے اور انہوں نے قلمی نام کی آڑ میں یہ کھیل کھیلا ہے لیکن اگر یہ مضمون ان کا نہیں تب بھی یہ بات تو مسلّم ہے کہ ان کی سرپرستی میں شائع ہونے والے رسالہ میں چھپ تو چکا ہے۔

اب آپ اندازہ فرمائیں کہ منکر حدیث، شیخ الحدیث

کے منہ آتا ہے اور شیخ الحدیث بھی وہ جس نے بیس سال کے قریب "روضۃ من ریاض الجنۃ" کی مقدس سرزمین میں امام الانبیاء کے جوار میں بیٹھ کر حدیث پڑھائی۔

بات کو اگر بحث کا رنگ دیا جائے تو بانیٔ پاکستان کے ارشادات تک میں ایسی متعدد چیزیں مل جائیں گی جو مولانا مدنی کے نظریہ سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہوں گی اور وہ چیزیں ان کتابوں میں ہیں گی جو سرکاری ذرائع سے اشاعت پذیر ہوئی ہیں۔ مولانا مدنی نے جنگ آزادی کے دوران یہ بات ارشاد فرمائی کہ انگریز کے ظلم سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے برصغیر کے تمام باشندوں کا اتحاد ازبس ضروری ہے تو اس پر کہرام بپا ہوگیا لیکن بانیٔ پاکستان نے تقسیم کے بعد یہ بات فرمائی تو سب نے تالیاں بجائیں اور لطف یہ ہے کہ انہوں نے بیانگ دہل یہ فرمایا کہ آزادی میں جو تاخیر ہوئی اس کا بنیادی سبب ہی یہ آپس کے جھگڑے تھے۔

جناح صاحب قبلہ کے یہ ارشادات پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی پہلی تقریر میں موجود ہیں جو ملکی پالیسی تقریر تھی اور جو بقول ہیکٹر بولائتھو مصنف "محمد علی جناح" کئی گھنٹہ میں تیار کی گئی تھی۔

موصوف کے ارشادات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

"اگر مجھ سے پوچھو تو میں یہ کہوں گا کہ یہ چیز (باہمی اختلافات) ہندوستان کی آزادی و خود مختاری کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ رہی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم مدتوں پہلے آزاد ہو چکے ہوتے"۔

(منیر رپورٹ ص۲۱۶)

فرمائیں کہ مولانا مدنی اور ان کے رفقاء باہمی اتحاد پر جو زور دیتے تھے تو کیوں؟ انکا مقصد بھی آزادی ہی تھا لیکن افسوس کہ ان پر ہندو دوستی کے الزام لگائے گئے اور بانیٔ پاکستان نے جب یہ ارشاد فرمایا تو خوشی و مسرت کا اظہار کیا گیا۔ پھر آپ حیران ہوں گے کہ مولانا مدنی قدس سرہ اور ان کے گرامی مرتبت رفقاء ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی روایات سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھے اور مذہب و سیاست کی تفریق کا ان کے ہاں قطعاً سوال نہ تھا جبکہ ہمارے بانیٔ پاکستان اسی تقریر میں قوم کو تلقین فرماتے نظر آتے ہیں کہ یوں ہو جاؤ کہ تمہارے اندر کوئی امتیاز باقی نہ رہے اور ہندو مسلم ہونے کی بات پرائیویٹ اور ذاتی عقیدہ تک محدود رہے۔ اجتماعی اور عملی میدان میں یہ امتیازات ختم ہو جائیں۔

"میرے نزدیک اب ہمیں اسے نصب العین کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ پھر تم دیکھو گے کہ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد نہ ہندو ہندو رہیں گے نہ مسلمان مسلمان رہیں گے۔ مذہبی معنوں میں نہیں کیونکہ وہ تو ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی معنوں میں سب ایک مملکت کے شہری ہوں گے"۔

(منیر رپورٹ ص۲۱۶)

منیر رپورٹ کے مرتب فاضل جج صاحبان اس تقریر پر جو تبصرہ کرتے ہیں اس کے چند جملے ملاحظہ فرمائیں:۔

"اس تقریر میں لفظ "قوم" کو بار بار دہرایا گیا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ مذہب کو کاروبار مملکت سے کوئی تعلق نہیں"۔

(ص۲۱۷)

بانیٔ پاکستان کے ارشادات اور جج صاحبان کی تشریح کو سامنے رکھیں اور پھر انصاف سے فرمائیں کہ جس "متحدہ قومیت" کو مولانا مدنی وغیرہ کے معاملہ میں بطور جرم و الزام دہرایا جاتا ہے یہ ارشادات اس سے کم ہیں؟ بلکہ گستاخی معاف ہو تو ہم عرض کریں گے کہ مرحوم مولانا مدنی نے کبھی بھی مذہب کو انسان کا پرائیویٹ معاملہ قرار نہیں دیا بلکہ انہوں نے دین اسلام کو ایسا نظام حیات ارشاد فرمایا جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ یہاں سوچنے کے پیمانے ہی جدا جدا ہیں۔

میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے "ہیکٹر بولائتھو" کی مرتب کردہ بانیٔ پاکستان کی سوانح حیات بنام "محمد علی جناح" کے اردو ایڈیشن مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ لاہور کے ص۱۹۷ پر یہ دیکھا کہ موصوف نے "اسلام کی طرح ہندومت کو بھی ایک مکمل نظام حیات قرار دیا" یعنی وہاں تو یہ فیاضی کہ اسلام کی طرح ہندومت بھی کامل نظام حیات ہے جبکہ اہل اسلام کی متفقہ اور اجتماعی سوچ اور عقیدہ اس سے برعکس ہے اور ملک بن جانے کے بعد پالیسی تقریر میں اسلام کی اس حیثیت کا بھی انکار! اس کے باوجود مولانا مدنی کے خدام نے بحث و تمحیص کے طور پر کبھی ان چیزوں کو نہیں اچھالا لیکن دوسری طرف سے مسلسل افسوسناک رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔

میں دل کی گہرائیوں کے ساتھ اور پوری دلسوزی سے یہ استدعا کروں گا کہ اس انداز فکر کو تبدیل کیا جائے اور جنرل ضیاء الحق صاحب نے جس فیاضی و انصاف پسندی کا مظاہرہ خان عبدالولی خان اور ان کے رفقاء کے معاملے میں کیا ہے اسی کی بنیاد پر ایک ضابطہ اخلاق مرتب کرنے کا اہتمام کریں تاکہ جس قسم کی افسوسناک صورتحال ڈاکٹر رشید صاحب کے معاملے میں پیش آئی ہے اس سے ملت محفوظ ہو جائے رہ گیا معاملہ ڈاکٹر صاحب کا تو یہ کتنا غلط نہ ہوگا کہ یہاں بھی انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدہ)



"ہیلمٹ بھی ضروری" لیکن
"اس سے بھی زیادہ ضروری"

عبوری حکومت نے آئے روز پیش آنے والے حادثات کے تحفظ میں اسکوٹر سوار کے لئے ہیلمٹ کو یکم اپریل سے لازمی قرار دیدیا تھا۔ اندریں حالات یہ معاملہ عدالت کے سپرد ہے اور عوام کو عدالت کے فیصلے کے بعد اس پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا حتمی علم ہو جائے گا۔

برطانیہ کے وزیراعظم مسٹر کالیہان کی آمد کے موقع پر اس کا اعلان کیا گیا تھا۔ جہاں تک انسانی جان کے تحفظ کا مسئلہ ہے۔ اس کے لئے یہ ایک اچھی تدبیر ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے نفع ہی متوقع ہے۔ خدانخواستہ حادثہ کی صورت میں زخم آنے میں کمی ہی ہوگی۔

جہاں تک اس کو لازم قرار دینے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ برطانیہ وغیرہ میں جہاں گرمی نہیں پڑتی اور سرد وخنک موسم رہتا ہے وہاں ہیلمٹ پہننا آسان ہے اور وہاں کے حالات کے مطابق کہ ان کی گاڑیاں زیادہ ہارس پاور کی ہوتی ہیں تو لازمی قرار دینا بھی بے معنی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود دنیا میں ٹوکیو جیسا شہر جہاں بہت زیادہ ٹریفک ہے وہاں یہ لازمی نہیں ہے اس لئے اس کو بہر حال اختیاری رہنا چاہیئے۔ اور پھر پاکستان جیسے گرم ملک میں جہاں دوپہر کی گرمی میں باہر نکلنا مشکل ہے اور دھوپ کی شدت سے سر کھولنے لگتا ہے ایسے ملک میں ہیلمٹ پہننے کے بعد جس میں ہوا کا گذر تک مشکل ہے اور گرمی سے مزید سر چکرانے لگتا ہے ایسے میں ہیلمٹ پہننے سے نقصان، فائدہ سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ نظام ٹریفک کو درست کرنے کے لیے انسان کا خود صحیح اور معتدل طبیعت کا ہونا ضروری ہے۔ موجودہ گرمی کی صورت میں ہیلمٹ کے استعمال کو اختیاری قرار دینا چاہیئے۔

اسی طرح آج کل ہائی وے کوڈ کا رکھنا ضروری قرار دیدیا گیا ہے۔ صرف کتاب پاس رکھنے سے حادثات میں کمی نہیں آسکتی۔ گورنمنٹ کی طرف سے اس کتاب کے اخبارات اور ٹی وی کے ذریعہ اہتمام کے ساتھ ٹریفک کے قواعد و ضوابط بتائے جاتے ہیں اور قومی خزانہ کا ایک بہت بڑا حصہ اس پر صرف ہو رہا ہے۔ خدارا کچھ لوگ اس سے فائدہ مند ہو سکیں گے۔

اس سلسلے میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ہائی وے کوڈ نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ چلانے اور چالان کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اسے شخص کو یہی کتاب ڈبل قیمت پر دے دی جائے تاکہ غریب لوگ کسی چالان کے نتیجے میں لٹتے دھکے نہ کھائیں۔

ٹریفک کے نظام کے سلسلہ میں حکومت نے جو کچھ اختیاری امور اپنائے ہیں اچھے ہیں لیکن خود گورنمنٹ کو چاہیئے کہ وہ بھی سڑکوں کی تعمیر صحیح طور پر کرائے۔ بہت سی ایسی سڑکیں جو مدتوں سے ویران پڑی ہیں اور جگہ جگہ ان میں گڈھے پڑے ہوئے ہیں ان کا درست کرنا ضروری ہے۔ ملتان چھاونی کو جانے والی سڑک انتہائی کسمپرسی کے عالم میں کسی مسیحا کی منتظر ہے اسی طرح ملک کے دیگر بڑے بڑے شہروں میں سڑکیں کسی اکسیری نسخے کی منتظر ہیں، اور جان کنی کے عالم میں نزیاں کناں ہیں۔ اسی طرح لائٹوں کا مسئلہ ہے۔ اکثر سڑکوں پر لائٹوں کا نظام بھی درست نہیں۔ اس کا درست کرنا بھی ضروری ہے۔

ان سب چیزوں کے ہو جانے کے بعد ایک اور مسئلہ سب سے اہم اور ضروری ہے، وہ یہ کہ سڑکوں پر لگے ہوئے کھمبوں پر فلموں کے اس قسم کے سائن بورڈ اور اسی طرح کے بڑے اشتہارات جو ہر راہ چلتے آدمی کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور ٹریفک پر توجہ کم ہو جاتی ہے اس سے بھی زیادہ حادثات رونما ہوتے ہیں۔

اسی طرح ہر نئی آنے والی فلم کے لئے تانگوں پر ڈھولک اور گھنٹیوں کو بجا بجا کر ان سائن بورڈوں کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ پھر اس پر اس قسم کی عریاں تصاویر ہوتی ہیں جو ہماری نوجوان نسل کے اخلاق کی تباہی کا بھی ذریعہ بنتی ہیں اور کئی قیمتی جانیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔

ارباب حکومت سے گذارش ہے کہ جہاں وہ اور تحفظات کی صورتیں انسانی جان کی بچانے کے لئے تدبیر کی سطح تک اختیار کر رہے ہیں وہاں یہ ضروری قرار دیں کہ اس قسم کے بڑے بڑے سائن بورڈ سڑکوں پر، کھمبوں میں اور اسی طرح چوکوں پر آویزاں کرنے سے روک دیا

بقیہ ص ۱۰ پر

محمد ادریس ہوشیارپوری

عوامی اصلاحات

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت



وطنِ عزیز اس وقت بہت بڑے مہیب اور خطرناک بحران سے گذر رہا ہے اور اس کے ختم ہونے کے امکانات مستقبل قریب میں نظر نہیں آتے ۔ یہ بحران ہمارا خود اپنا پیدا کردہ ہے ۔ ہماری غلط منصوبہ بندیوں اور غلط روایات نے اس کو پروان چڑھایا ۔ اور یہ اب اپنے اس عروج کو پہنچ چکا ہے کہ آج ہم خود اس کے ممکنہ اثرات کے تصور سے لرزہ براندام ہیں ۔

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور اس کی ترقی و عروج انہی نظریات پر منحصر ہے جو اس کی اساس اور بنیاد میں کارفرما ہیں ۔ آزادی حاصل کرنے والا ہر ملک اچھے نظریات اور اچھے افراد سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے ۔ ملک کی آزادی کے حصول کے بعد بھی ہم نظریاتی آزادی حاصل نہ کرسکے ، حالانکہ نظریاتی آزادی ہی وہ معراج ہے جس کے لئے مسلمان ہر دور میں قربانی دیتا رہا ۔ اسلام نے ہمیں وہ اصولِ زندگی دیئے ہیں کہ ان سے بہتر کسی بھی دوسرے نظامِ زندگی میں ایسے اصول نہیں ملتے جس سے وہ ہمہ گیری اور جامعیت نظر آئے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بہت سے ایسے اصول ہمیں دیئے ہیں کہ ہمیں اندازہ ہوسکے گا کہ آج کے دور میں بھی انہیں اپنا کر ہم اپنی زندگی کی کج روشی اور غیر مستحکم حالات درست کرسکتے ہیں اور ہمیں یہ اندازہ ہوسکے گا کہ اسلام کیسا دینِ فطرت ہے ۔ اس نے اپنے ماننے والوں کے لئے ترقی اور آزادی کی راہیں کس طرح کھولی ہیں ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دور میں آزادئ رائے ، عوامی جذبات کا احترام ، عامۃ الناس کے حقوق کا تحفظ ، غریب پروری ۔ مال و زر زیادہ رکھنے والوں کی بالادستی سے غرباء کی حفاظت اور ان کی عزت و ناموس کے تحفظ کا احساس ایسے نمایاں ہیں کہ شاید ہی کسی آزاد سے آزاد پُرامن مملکت اور حکومت میں دیکھنے میں آیا ہو ۔ مملکت کا ہر فرد شہری ہو یا بادیہ نشین اس کے دل میں یہ احساس بڑی قوت و زور سے موجود ہے کہ وہ جس ملک کا باشندہ ہے وہ ملک اس کا اپنا ملک ہے اور اس پر کسی قسم کا کوئی ظلم و ستم نہیں کرسکتا ۔ اس لئے کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی دادرسی کرنے والی قوت موجود ہے ۔ اس کی عزت پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا اس لئے کہ عزت کے محافظ موجود ہیں ۔

آپ رضی اللہ عنہ کے طریقِ حکومت کو پیشِ نظر رکھا جائے تو آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی ہم ترقی کی بلندیوں کو چھو سکتے ہیں اور ترقی کے مدارج ہماری گرفت سے باہر اسی لئے ہیں کہ ہم نے صحیح اصولوں کو اپنی زندگی میں جگہ نہ دی اور ان سے بہرہ ور ہونے کے لئے ان کو سطحی نظر سے یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ اسلام نے یہ اصول چودہ سو سال قبل عرف سرزمینِ عرب کی بادیہ نشین قوموں کے لئے اپنائے تھے ۔ آپ نے اقتصادیات و معاشیات میں امت کے لئے گہرے نقوش چھوڑے ہیں مساوات انسانی کی لازوال مثالیں قائم کیں ۔ حدودِ مملکت چوبیس لاکھ مربع میل تھی لیکن مکمل امن و امان قائم کرکے جبکہ موجودہ دور کے بے پناہ وسائل بھی ان کے پاس نہ تھے اسلامی حکومت کا اعتماد عوام میں پیدا کیا ۔

غریب عوام کے لئے

آپ رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل :

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سے راوی ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام "ھنی" کو سرکاری چراگاہ پر نگران مقرر فرمایا اور ان کو تحکمانہ لہجے میں فرمایا

"اے ھنی ! اپنے بازوؤں کو لوگوں سے سمیٹ کر رکھنا خبردار مظلوم کی بددعا سے اپنے کو محفوظ رکھنا ۔ اس کو خدا کے ہاں مقبولیت میں کوئی شک نہیں ۔ میری قائم کردہ اس چراگاہ میں بکریوں اور دیگر چوپاؤں کے ریوڑ والوں کو اجازت دے کہ وہ اپنے جانوروں کو گھاس چرا سکیں اور حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے جانوروں کی بالکل پرواہ نہ کر ۔ اس لئے کہ اگر ان کے

جانور ہلاک بھی ہو جائیں تو وہ مدینہ منورہ میں اپنے کھجوروں کے باغات سے اور اسی طرح اپنی زمین کاشت کر کے اس سے (زندگی سے متعلق) فائدہ حاصل کر سکتے ہیں، اور اگر ان غریب چرواہوں کے چوپائے ہلاک ہو گئے تو یہ مسکین چیختے پکارتے میرے پاس آئیں گے اور امیرالمومنین امیرالمومنین کہتے ہوئے امداد کے خواہاں ہوں گے۔ اس لئے بیت المال کی رقم پر بوجھ ڈالنے سے مجھے اس میں زیادہ آسانی معلوم ہوتی ہے کہ ان کو اس چراگاہ کے گھاس پات سے فائدہ اٹھانے کی عام اجازت ہو۔

(کتاب الخراج ص ۱۰۵)

اس روایت سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی حکومت میں غریب کا کیا مقام ہے۔ حضرت عثمان غنی رضؓ جنہیں ذی النورین کا خطاب بھی ملا۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں) لیکن حضرت عمرؓ نے غریب عوام کے "قومی مفاد" کو اس طرح ترجیح دی اور اسی طرح حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ کے مقابلہ میں بھی آپ رضؓ نے اپنے اپنے غلام کو خبردار کیا۔

مساوات انسانی:

حضرت عمرو ابن العاصؓ گورنر مصر کے صاحبزادے نے ایک مصری (قبطی) کو کسی بات پر چند کوڑے مارے۔ ذمی نے دربار فاروقیؓ میں آکر شکایت درج کرادی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ اور ان کے صاحبزادے کو دارالحکومت طلب کیا اور قبطی مصری سے ان کے روبرو بات چیت کی، معلوم ہوا کہ صاحبزادہ نے یہ اقدام کیا ہے۔ آپ رضؓ نے قبطی مصری کو حکم دیا کہ تو عمرو بن العاصؓ کے بیٹے کو اتنے ہی کوڑے لگا تا کہ صاحبزادگی کا نشہ کافور ہو جائے اور آپ رضؓ نے عمرو بن العاصؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"لوگوں کو تم نے کب سے اپنا غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے"؟

عمرو بن العاصؓ نے عرض کی

"امیرالمومنین مجھے اس واقعہ کا علم ہی نہ تھا اور نہ اس شخص نے مجھ سے کوئی شکایت کی" (حسن المحاضرۃ ج ۲ ص ۲)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت میں انسانی حقوق کا تحفظ بلا امتیاز نسل و مذہب اس کی ذمہ داری ہے اور حضرت عمرؓ نے گورنر مصر کے بیٹے سے ایک غیر مسلم ذمی کو سزا کا بدلہ دلا کر یہ مثال قائم کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ زمین حضرت عمرؓ نے واپس لے لی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال ابن حارث مزنی رضؓ کو ایک بہت بڑی جاگیر عطا فرمائی تھی لیکن ان کے حالات اس قسم کے تھے کہ وہ اس پوری زمین کو کاشت نہ کر سکتے تھے اور زمین کا ایک فاضل حصہ زیر کاشت نہ آتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں انہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جاگیر تمہیں کاشت کے لئے دی تھی اگر آپ کاشت کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ اسے واپس کر دو اور میں ضرورتمند مسلمانوں میں اسکو تقسیم کرتا ہوں۔

حضرۃ بلال رضؓ نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ ہے میں اسے واپس نہ کروں گا۔

حضرت عمرؓ نے قسم اٹھا کر فرمایا۔ خدا کی قسم یہ تم کو مجھے اٹھانا ہوگا چنانچہ آپ نے جاگیر کا وہ حصہ جو ان کی زیر کاشت نہ تھا اور زائد از ضرورت تھا واپس لے کر ضرورتمند مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔

(کتاب الاحوال لابی عبیدہ ص ۲۹)

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ زمین کا مالک حقیقی خدا ہے اور اس کی اسٹیٹ ہے۔ چنانچہ حضرت بلال رضؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومتی اقدام کے تحت دی اور حضرت عمرؓ نے بلا معاوضہ ان سے وصول کر کے اس زمین کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

بقیہ سلسلہ مسئلہ عوام کا

جائے۔ نیز نئی آنے والی فلموں کے لئے سڑکوں پر سنگل کر ان کو کنونسنگ کرنے کی بجائے ان کو سینماؤں تک محدود کر دیا جائے۔ انسان کی فطرت میں تجسس داخل ہے "جوئندہ پائندہ" کے مصداق جنہوں نے فلم بینی کا شوق پورا کرنا ہے وہ اس کے بغیر بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ کس سینما میں کون سی فلم چل رہی ہے۔ اس قسم کے اشتہارات کو صرف سینما کی حد تک محدود کر دیا جائے۔

موجودہ طریق کار کے اپنانے سے ایک طرف تو حادثات کی بڑھتی صورت حال کی روک تھام میں مدد ملے گی، ساتھ ساتھ ہمارا معاشرہ اس سوہان روح عریاں اشتہارات "جسے دیکھ کر شرافت ماتم کرتی نظر آتی ہے" سے نجات مل سکے گی۔ نیز اس طریقہ کار سے عام شریف لوگ جو ان چیزوں سے کوسوں دور بھاگتے ہیں ان کے لئے بھی معاشرہ میں آسانیاں پیدا ہوں گی۔

امید ہے کہ ارباب حکومت اس مسئلہ کو کسی سرد خانے کے سپرد نہ کرے گی، بلکہ وہ قومی ہمدردی کے تحت جذبۂ خدمت کو بروئے کار لاتے ہوئے جلد اس کام کو پورا کریں گے تا کہ عوام یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس ہائی وے کوڈ بک نہ ہو، ہیلمٹ نہ ہو، تو جرمانہ کی سزا اور چالان ۔۔ لیکن اگر سڑکیں درست نہ ہوں لائٹوں کا سسٹم درست نہ ہو تو عوام کس سے شکایت کریں اور جرمانہ لگائیں تو کس پر اور کیسے؟

صوفی محمد شفیع بی۔اے

لوگ بیہوش ہو ہو کر گر رہے تھے لیکن اُنکی زبانوں پر نعرۂ تکبیر کی صدائیں تھیں

مسلم مسجد کے قیامت خیز سانحہ میں مولانا محمد حسین ہزاروی سینئر نائب صدر علماء کونسل قومی اتحاد حلقہ ع ۶ شاہ عالم گیٹ لاہور کی آپ بیتی

مولانا محمد حسین ہزاروی فرماتے ہیں کہ مرکزی علماء کونسل قومی اتحاد کے اعلان کے بموجب ۳۱ مارچ ۱۹۷۷ء کو بعد از نماز ظہر لاہور کے شیوخ۔ خطباء۔ آئمہ مساجد۔ علماء کرام اور دینی مدارس کے طلباء کا ایک پرامن جلوس مسلم مسجد لوہاری گیٹ سے شروع ہو کر براستہ انار کلی مسجد شہداء پر اختتام پذیر ہوگا۔ چنانچہ حسب اعلان میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے قبل از نماز ظہر مسلم مسجد میں پہنچ گیا۔ علماء کونسل کے مرکزی قائدین کے علاوہ لاہور کے سرکردہ شیوخ اور علماء کرام بھی تشریف فرما تھے۔ عوام۔ خطباء۔ آئمہ مساجد اور دینی مدارس کے طلباء کا ایک جم غفیر اندرون و بیرون مسجد جمع ہو چکا تھا۔ پولیس اور جناب بھٹو کی ریزرو فورس ایف۔ ایس۔ ایف کے "بہادر جوانوں" لاٹھیوں، اشک آور گیس کے گولوں اور بندوقوں سے مسلح ہو کر مسجد کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد قائدین اور علماء کرام نے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے متعلق نہایت مختصر مگر پُراثر تقریریں کیں اور عوام کو پرامن رہنے کی تلقین کی۔ مولانا گلزار احمد مظاہری نے عوام سے اپیل کی کہ وہ جلوس میں شامل نہ ہوں۔ علماء اور دینی مدارس کے طلباء سے کہا کہ وہ باہر سڑک پر دفعہ ۱۴۴ کی پابندی کرتے ہوئے دو، دو کی قطار بنالیں چنانچہ اس طرح ایک بہت لمبی قطار بن گئی۔ علماء کرام اور طلباء کلمہ شریف اور درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم کافی دیر تک جلوس کی روانگی کا انتظار کرتے رہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سول انتظامیہ قائدین کو جلوس کا راستہ تبدیل کرنے پر مجبور کر رہی ہے مگر قائدین کا مؤقف یہ تھا کہ ہم کئی روز پیشتر مجوزہ راستہ پر جلوس کی روانگی کا اعلان کر چکے ہیں اب راستہ تبدیل کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ انتظامیہ اپنی ضد پر ڈٹی رہی۔ چنانچہ اس نے جلوس کو روک دیا۔ پولیس سرکردہ علماء اور قائدین کو گرفتار کر کے پولیس وین میں بٹھا کر لے گئی۔

لاہور ڈویژن کے کمشنر نے مولانا احمد علی قصوری کو لوہاری پولیس سٹیشن میں طلب کیا اور کہا کہ راستہ تبدیل کر کے صرف ڈیڑھ سو علماء کا جلوس نکال سکتے ہیں۔ لیکن مولانا احمد علی نے حکومت کی ناقابل تسلیم شرائط کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اسی بحث و تمحیص میں تقریباً دو گھنٹے گذر گئے۔ علماء۔ عوام اور دینی مدارس کے طلباء اسلامی شریعت کے حق میں نعرے بلند کر رہے تھے۔ دریں اثناء مسجد سے نماز عصر کے لئے صدائے حق بلند ہوئی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد ہم نے سڑک پر ہی صفیں سیدھی کر کے نماز ادا کرنے کی تیاری کی۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ حکومت جو تاخیری حربے استعمال کر رہی تھی کچھ نہ کچھ کرنے پر مستعد ہو چکی تھی۔ ابھی ہم نماز کے لئے تیار ہی ہو رہے تھے کہ لٹھ بردار پولیس اور اشک آور گیس سے مسلح فورس نے نہتے نمازیوں پر ہلہ بول دیا۔ لٹھ بردار پولیس نے اپنی شقاوت قلبی اور بربریت کا ثبوت دیتے ہوئے متعدد سفید ریش علماء۔ بزرگوں، دینی مدارس کے نوجوان طلباء اور بچوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ لوگ بے ہوش ہو ہو کر گر رہے تھے لیکن ان کی زبانوں پر نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کی صدائیں تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ حکومت کے کارندے شدید غیظ و غضب کی وجہ سے اپنا دماغی توازن کھو چکے ہیں۔ اندھا دھند اشک آور گیس کے گولوں اور بندوق کی گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ ظلم کرنے والے اور ظلم سہنے والے سب پاکستانی۔ ایک خدا اور رسول کو ماننے والے، لیکن اقتدار کی ہوس کے انداز ہی دوسرے ہیں۔

لوگ اشک آور گیس کے گولوں سے بچنے کے لئے مسجد کی طرف بھاگے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے مسجد میں چلا گیا اور مسجد کی بالائی منزل پر پہنچ گیا۔ میرے ساتھ تقریباً پچاس افراد تھے ان میں سے بعض سفید ریش بزرگ کلام پاک کی تلاوت اور درود شریف کا ورد کر رہے تھے میں نے دیکھا کہ پیپلز پارٹی کے غنڈے مسجد کے مینار سے پولیس پر خشت باری کر رہے ہیں تاکہ پولیس کو مسجد میں داخل ہونے کا جواز مل سکے۔ پولیس متواتر اشک آور گیس کے گولے مسجد میں پھینک رہی تھی۔ مسجد کا حوض زہر آلود ہو گیا، اور حوض کی تمام مچھلیاں مر گئیں۔ تھوڑی دیر بعد لٹھ بردار پولیس کا ایک دستہ جوتوں سمیت مسجد میں داخل ہو گیا اور مسجد میں موجود لوگوں پر بے تحاشا حملہ کر دیا۔ علماء اور سفید ریش بزرگوں کے کپڑوں کو تار تار کر کے ان کو ننگ دھڑنگ کر دیا۔ مسجد کے امام مولانا غلام ربانی کے کوارٹر میں گھس کر نہ صرف ان کو بلکہ ان کے معصوم بچوں کو بھی زدوکوب کیا گیا۔ گھر کا تمام اثاثہ ان بہادر پولیس کے جوانوں نے توڑ پھوڑ ڈالا۔ دو کمسن بچوں کو نہایت بے رحمی سے مسجد کے نیچے پھینک دیا گیا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ موجود لوگوں پر ان

علماء کی داڑھیوں کو نوچا گیا۔ بہت سے لوگوں کو مسجد سے نیچے پھینکا گیا جس سے ان کی ٹانگیں اور بازو ٹوٹ گئے۔ میری دانست میں شدید زخمی ہونے والوں کے علاوہ بہت سے لوگ شہید ہو چکے تھے چنانچہ میں نے اوپر سے دیکھا مسلم مسجد کی دائیں طرف گیلری میں بہت سے لوگ اوپر نیچے بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں جس سے میں نے اندازہ کیا کہ یہ حضرات جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔ دریں اثناء روزنامہ وفاق کے فوٹو گرافر مسٹر اختر علی اپنے صحافیانہ فرائض کی بجا آوری کے لئے مسلم مسجد پہنچ گئے۔ وہ پولیس کی بربریت اور وحشت کو کیمرہ کی آنکھ میں محفوظ کرنا چاہتے تھے کہ پولیس والوں نے ان سے کیمرہ چھین کر صحن مسجد میں پٹخ دیا۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ پھر پولیس والوں نے مسٹر اختر علی پر بے تحاشا لاٹھیاں برسائیں جس سے وہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پولیس والوں کے ساتھ ساتھ پیپلز پارٹی کے غنڈے چاقوؤں ڈنڈوں اور تلواروں سے مسلح ہو کر علماء کرام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ ان غنڈوں کے ہاتھوں بھی کئی ایک افراد زخمی ہو چکے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر کوٹھوں پر مستورات نے بین شروع کر دیئے اور وہ ہاتھ ہلا ہلا کر پولیس والوں کو کوس رہی تھیں لیکن پولیس والوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ متواتر مشق ستم کی داد دے رہے تھے۔ نچلی منزلوں کا صفایا کرنے کے بعد پولیس ہماری طرف متوجہ ہوئی۔ اوپر والی منزل پر آتے ہی پولیس نے لاٹھی چارج شروع کر دیا۔ جو بزرگ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے ان کو شدید زخمی کر دیا گیا اور قرآن مجید ان کے لہو سے خون آلود ہو گیا۔ پھر پولیس والے غلیظ گالیوں کا اعادہ کرتے ہوئے قرآن مجید پر حملہ آور ہوئے۔ قرآن مجید دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر قرآن مجید کو اٹھا لیا۔ پولیس والوں نے لاٹھیوں سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میرے کندھوں اور بازو پر شدید ضربات آئیں۔ بعض علماء کو پولیس والوں نے نیچے پھینک دیا۔ پولیس والے کہہ رہے تھے کہ "کہاں ہے تمہارا خدا، کہاں ہے تمہارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ مجیب الرحمٰن کی مکتی باہنی کی طرح ذوالفقار علی بھٹو کی اس رزرو فورس میں ہندو بھی تھے کیونکہ کوئی بھی مسلمان اس حد تک نہیں جا سکتا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ پولیس ہم پر لاٹھیاں برسا رہی تھی ہم نیچے اتر رہے تھے کہ کسی پولیس افسر نے پولیس والوں کو منع کیا کہ ان کو کچھ نہ کہو۔ جب ہم نیچے اتر گئے تو لوہاری تھانے کی طرف سے ایک تھانیدار آ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ تم سب گرفتار ہو۔ میرے ساتھ تھانے چلو چنانچہ ہم اس کے ساتھ تھانے چلے گئے تو وہاں بی بی سی کا نمائندہ موجود تھا۔ اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کو جانے دو۔ اس کے بعد پولیس والوں نے میرے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا۔ میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک پرائیویٹ ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا۔ انہوں نے نہایت توجہ سے میرا علاج کیا۔ میں نے اپنے شدید زخمی ہونے کی ذرہ پرواہ نہیں کی۔ میو ہسپتال میں زخمیوں کی عیادت کے لئے چلا گیا۔ بے شمار علماء، عوام اور دینی مدارس کے طلباء شدید زخمی حالت میں کراہ رہے تھے۔ طلباء سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے بہت سے ساتھی لاپتہ ہو گئے ہیں۔ تاریخ کا طالب علم جانتا ہے کہ علماء اور قرآن مجید کی اتنی بے حرمتی سکھوں کے بھی عہد حکومت میں نہیں ہوتی جتنی کہ ذوالفقار علی بھٹو کے عہد زریں میں ہوئی۔

مولانا فرماتے ہیں کہ دس پندرہ روز میں صاحب فراش رہا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ زخم مندمل ہونے لگے۔ اس تحریک کی ہمہ گیری دیکھ کر دل گواہی دیتا ہے کہ انشاء اللہ مسلمانوں کی قربانیاں رائگاں نہیں جائیں گی اور ملک میں ضرور نظام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نافذ ہو گا۔ مسلمان اپنی روایات اور تہذیب و تمدن کے مطابق زندگیاں بسر کر سکیں گے۔

مولانا نے دوران گفتگو اس امر کی نشاندہی کی کہ تین پولیس آفیسر جو غالباً قادیانی طبقے سے تعلق رکھتے تھے پیپلز پارٹی کے غنڈوں کو علماء کرام پر حملہ کرنے کی ترغیب دے رہے تھے غنڈوں نے ان کی شہ پر علماء کرام، عوام، دینی مدارس کے طلباء اور سفید ریش بزرگوں کو بلا حیل و حجت اپنے غیض و غضب کا نشانہ بنایا۔ یہ غنڈے تلواروں اور خنجروں سے مسلح تھے۔ جو لوگ کسی نہ کسی طرح سے پولیس کے تشدد سے بچ جاتے وہ ان غنڈوں کے ہاتھوں چڑھ جاتے۔ یہ بدباطن اور ظالم غنڈے ان پر تلواروں سے حملہ آور ہوتے جس سے بہت سے افراد کے بازو کٹ گئے۔ بعض کی ٹانگوں پر شدید ضربات آئیں اور بعض کے سر تلواروں سے لہولہان ہو گئے۔

؎ جو زد پہ تیری آیا اسکو گرا کے چھوڑا

بہت سے نیک دل لوگ جو پیپلز پارٹی سے متعلق تھے اس ظلم و ستم پر اپنی بیزاری کا اعلان کیا۔ وہ ان غنڈوں کی غنڈہ گردی، مسجد اور علماء کی توہین پر طعن و تشنیع کر رہے تھے۔ وہ برملا کہہ رہے تھے کہ ان غنڈوں نے مسجد کو قتل گاہ بنا دیا ہے لیکن ان کی کوئی بھی نہیں سنتا تھا۔ ان غنڈوں کو قادیانی پولیس افسروں اور ایف۔ ایس۔ ایف کی پوری حمایت حاصل تھی۔ بھلا ایسی حالت میں کہ قانون کے محافظ خود ہی قانون کی دھجیاں فضا میں بکھیر رہے ہوں، کسی مظلوم کی دادرسی ہو سکتی ہے؟

؎ تم ہی قاتل، تم ہی حاکم، تم ہی منصف ٹھیرے
اقربا میرے خون کا دعویٰ کریں کس پر

پولیس والے کہہ رہے تھے "کہاں ہے تمہارا خدا، کہاں ہے تمہارا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)"

مولانا نے فرمایا کہ اس سانحہ کا ایک دردناک پہلو یہ ہے کہ اخبارات میں صرف تین افراد کی شہادت کی خبر شائع ہوئی ہے لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے شہداء کی تعداد چالیس پچاس سے کم نہ تھی۔ مغرب کے بعد پولیس نے مسجد کو تالا لگادیا کہ شہداء کی شہادت کی خبر نہ پھیل سکے۔ پولیس راتوں رات شہداء کی لاشوں کو نامعلوم جگہ لے گئی۔ اسی طرح دو کمسن بچوں کو زخمی کرکے مسجد کے حوض میں پھینک دیا گیا۔ ایک بچہ زخموں کی تاب نہ لاکر شہید ہوگیا۔ دوسرے بچے کو میو ہسپتال میں داخل کرایا گیا جس کی حالت بہت ہی تشویشناک تھی۔ میری اطلاعات میں وہ بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا۔ مولانا نے کہا کہ اب جبکہ پیپلز پارٹی کی حکومت ختم ہوچکی ہے مارشل لاء انتظامیہ کو چاہیئے کہ وہ اس ظلم کے مرتکب افراد کو معطل کرکے پوری غیر جانبداری سے کسی ریٹائرڈ جج کے ذریعے انکوائری کرائے۔ جو بھی افسر اس میں ملوث پایا جائے اس پر بلا تاخیر مقدمہ قائم کرکے بعد از ثبوت اس کو ایسی مثالی سزا دے جو سب کے لئے عبرت کا باعث ہو۔ اسی طرح کے واقعات نسبت روڈ پر بھی پیش آئے اور اسمبلی کا گھیراؤ کرتے وقت طلباء، خواتین اور مزدور بھائیوں نے جس بے مثال جرأت کا مظاہرہ کیا اس کی ایک علیحدہ داستان خونچکاں ہے۔ اس میں بھی بہت سے نوجوان شہید ہوئے۔ بہت سے دیگر علاقوں سے تحریک میں حصہ لینے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ بے شمار خواتین اور کارکن زخمی ہوگئے لیکن یہ ظالم غنڈے اور پولیس والے قہقہے لگا رہے تھے گویا کہ انہوں نے غنیم پر شاندار فتح حاصل کرلی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے قوم کی بے لوث قربانیوں اور دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ وہ شخص جو انا ولا غیری کا نقارہ کافی عرصے سے پیٹ رہا تھا اور جس کی غلط بخشیوں نے ملک کو تباہ کردیا جس کی حکومت میں قانون کی مٹی پلید کی گئی اور جس کی حکومت میں کسی شہری کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں تھی اچانک منظر عام سے غائب ہوگیا اور فوج نے جنرل ضیاء الحق کی زیر قیادت ملک کا نظم و نسق سنبھال لیا۔ ملک میں مارشل لاء لگادیا گیا۔ اس طرح بھٹو کی آمریت اور ظلم و ستم کا خاتمہ ہوا۔

انسانی معاشرے میں قانون کی ضرورت

انسان کے اجزاء ترکیبیہ مختلف ہیں۔ پانی۔ مٹی۔ آگ۔ ہوا اور ہر ایک کی تاثیر اور خاصیت بھی جدا جدا ہے۔ انسان مدنی الطبع ہے تمدن میں ایک انسان دوسرے کا محتاج ہے۔ ایک آقا ہے دوسرا غلام ایک امیر ہے دوسرا غریب۔ ایک اجیر ہے دوسرا تاجر۔ اسی طرح بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ انسان ذہن کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں۔ کوئی ذہین اور کوئی غبی۔ اسی طرح انسان ایک وقت میں بہت سی باتوں کا خیال کرتا ہے۔ ایک وقت میں جہاں کو اگر قدیم کہتا ہے تو دوسرے وقت میں حادث۔ ایک وقت میں اگر انسان دوست ہو سکتا ہے تو دوسرے وقت میں دشمن۔ لین دین میں اختلاف ہوتا ہے۔ باہمی تنازعہ اور جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ دونوں فریق داد رسی کی خواہش رکھتے ہیں لہذا تنازع ختم کرنے کے لئے نیز فتنہ و فساد ختم کرنے کے لئے قانون کی اشد ضرورت ہے۔ اس قانون کی چند خصوصیات ہونی چاہئیں۔

اول وہ قانون ہمہ گیر ہو۔ اگر مشرق میں تنازع ہو تو اس قانون کے ذریعہ سے مغرب سے فیصلہ صادر ہو سکے۔ کسی بھی رنگ۔ نسل۔ ذات پات کی تخصیص نہ ہو بلکہ ہر آدمی اس کی رسی میں بندھا ہوا ہو۔ کسی گورے کو کالے پر، سرخ کو سفید پر کوئی ترجیح نہ ہو بلکہ ترجیح کا معیار کوئی اور ہو۔

دوم قانون اخلاق پر مبنی ہو۔ معاشرہ انسانی کو درست کرنے کے لئے نہ بندوق تلوار اور نہ جیل وہ کام کرتی ہے جو انسانی اخلاق انسان کو متاثر کرتا ہے اس کی مثال قرآن مجید میں دو پیغمبروں کے اقوال میں جو خداوند قدوس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ سے فرمایا۔

فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشیٰ۔ ادع الی سبیل ربک والموعظة الحسنة وجادلهم هی احسن۔

حاصل کلام یہ کہ قانون اخلاق پر مبنی ہو۔

سوم۔ قانون کا بانی تمام لوگوں کے حالات سے بخوبی واقف ہو جن پر قانون نافذ ہو وہ ان کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہو۔ ظاہر ہے انسان تمام انسانوں کے حالات سے تو کیا واقفیت رکھتا وہ اپنے حالات سے بھی بخوبی آگاہ نہیں ہے۔ قانون آسان ہو اور اس کا نافذ کرنے والا شفیق اور مہربان ہو ذاتی اغراض و مقاصد سے بالاتر ہو۔ یہ بات ظاہر ہے اگر قانون سخت ہوگا تو تب بھی وہ ناقابل برداشت ہوگا۔ اور ناقابل عمل ہونے کے اعتبار سے اس پر کوئی عمل نہیں کریگا تو پورا معاشرہ فتنہ و فساد کی لپیٹ میں ہوگا۔ اور اسی طرح اگر قانون نافذ کرنے والا اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے تحت کام کریگا تو انصاف کا قیام ناممکن ہوگا اور ملک و ملت میں ظلم و زیادتی کا دور دورہ ہوگا اور پورا نظام مملکت افراتفری کا شکار رہوگا۔ اس کی مثالیں آج کل ہمارے معاشرہ میں بے شمار ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ معاشرہ انسانی کو درست کرنے کے لئے کوئی قانون ہو۔ عالمگیر ہو۔ ہمہ گیر ہو۔ اخلاق پر مبنی ہو۔ اس کا نافذ کرنے والا ذاتی اغراض و مقاصد سے بالاتر ہو۔ قانون کا بنانے والا الحکیم ہو۔ اس پر نظر عمیق سے ذرا غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا وہ قانون ہے جو ماخوذ ہے من کتاب اللہ و من سنة محمدؐ اور وہ فقہ ہے جو مستفرع ہے اصول اربع سے۔

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ مدظلہ
فاضل دیوبند، علماء اکیڈیمی
بادشاہی مسجد، لاہور

محمد ادریس ہوشیارپوری

مجاہدِ اوّل سردار عبدالقیوم اپنی سیاسی سالگرہ کے موقع پر ؟

گذشتہ برس جب تحریک کے موقع پر بھٹو کے ہزار تشدد کے باوجود کچھ نہ بن آئی تو اس نے پی۔ این۔ اے کے ساتھ مشروط طور پر مذاکرات کے لئے آمادگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس مشروط پیش کش کے بعد پی۔ این۔ اے کے مختلف راہنماؤں سے جو ملک کی مختلف جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے رائے معلوم کرنے کے لئے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا اور اس سلسلہ میں بھٹو صاحب کی نظر انتخاب سردار عبدالقیوم صاحب پر پڑی تھی۔ اس واقعہ کو ابھی پورا سال گذرنے نہیں پایا کہ سردار صاحب پھر اپنی سیاسی سالگرہ کے لئے مصروف عمل نظر آتے ہیں اور اسی خاموشی کے ساتھ مختلف لیڈروں سے ملاقات کر رہے ہیں اور لیڈروں سے ملاقات کے بعد مبہم الفاظات میں بیانات دے رہے ہیں جن کو ہم یک طرفہ "حوصلہ افزار ردعمل" کہہ سکتے ہیں۔ سردار صاحب نے مختلف الخیال جماعتوں کے لیڈروں سے ملاقات کی ہے اور وہ مطمئن نظر آتے ہیں کہ مستقبل قریب میں انکی کوششیں بارآور ثابت ہوں گی۔

قومی حکومت کی تجویز جب ابتدائی مرحلے میں سامنے آئی تھی تو وہ غیر معمولی مقبولیت حاصل نہ کر سکی تھی اور اس طرح یہ خبر جلد ہی پژمردنی کا شکار ہوگئی تھی، لیکن جس روز مجاہد اوّل نے کشمیر سے گھوڑا دوڑایا اور پاکستان میں لیڈران کرام سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا تو پھر لوگوں کو اس خبر سے دلچسپی ہوگئی اور ان دنوں محفل محفل یہ سوال زیر غور ہے کہ قومی حکومت کے مستقبل میں کیا امکانات ہیں؟ اور راہنمایانِ قوم کیا موقف اختیار کرتے ہیں؟

سردار صاحب کے دورے کا فیصلہ کن مرحلہ ابھی دور ہے لیکن قوم اس کا جلد ردّعمل دیکھنا چاہتی ہے اس لیے کہ قوم کی اصل نگاہیں عبوری حکومت کے وعدۂ انتخاب پر لگی ہوئی ہیں اور قومی حکومت کے بارے میں اس ذہن سے سوچا جا رہا ہے کہ قومی حکومت کے قیام سے حق خود ارادیت کا وقت قریب ہوتا ہے یا اس میں مزید کتنی تاخیر ہوگی؟

سردار صاحب نے جن لیڈروں سے ملاقات کی ہیں ان میں خاص طور پر ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغرخان اور مولانا کوثر نیازی ہیں۔ قومی حکومت کے قیام کا سوال سامنے آتے ہی تحریک نے اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا، لیکن اس ملاقات کے بعد ان کے موقف میں کچھ لچک پیدا ہوگئی۔ چنانچہ اصغرخان نے قومی حکومت کے بارے میں سردار صاحب سے ملاقات کے بعد ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اب اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جبکہ پہلے ان کا مُوقف بہت زیادہ سخت تھا مگر ایک خبر یہ بھی ہے کہ اصغرخان کہتے ہیں کہ ہم سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ہی ہمیں قومی حکومت کے بارے میں کچھ علم ہے۔

یہ معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

اصغرخان سے ملاقات کے بعد مولانا کوثر نیازی صاحب سے ملاقات کا مرحلہ آیا۔ کوثر نیازی صاحب تو پہلے ہی اس کے منتظر تھے کہ انہیں کرسیٔ اقتدار پھر ملے۔ وہ پہلے ہی اقتدار کی آغوش میں زندگی بسر کرنے کے عادی ہو چکے ہیں اور فراق کے لمحات ان کے لئے پہاڑ بن کر گزرتے ہیں چنانچہ مولانا نے ایک بیان میں فرمایا کہ "ہمیں دعوت ملی تو قومی حکومت میں ضرور شریک ہوں گے"۔

سیاسی حلقوں کا کہنا ہے کہ اصغرخان نے اپنے مُوقف میں مشروط تبدیلی پیدا کی ہے۔ وہ یہ کہ اگر پیپلز پارٹی کا آزاد گروپ اور این۔ ڈی۔ پی قومی حکومت میں شمولیت اختیار کرتی ہے تو وہ بھی قومی حکومت میں شمولیت کے لئے آمادہ ہیں۔ چنانچہ کوثر نیازی صاحب سے ملاقات کے بعد سردار عبدالقیوم، اصغرخان سے دوبارہ ملاقات کرنے والے ہیں اور اس ملاقات میں وہ اپنی رپورٹ اصغرخان کو دیں گے جو کوثر نیازی صاحب سے ملاقات کے دوران بات چیت ہوئی۔

اصغرخان صاحب جو سال گذشتہ انتخابی جلسوں میں بار بار یہ کہتے ہوئے سُنے گئے تھے کہ اگر ہمیں اقتدار ملا تو بھٹو کو لاہور کے ناصر باغ میں شیشم کے درخت کے ساتھ لٹکا کر پھانسی دوں گا — اب جب بھٹو کو پھانسی کی سزا عدالت نے سنائی تو وہ چُپ سادھے ہوئے ہیں اور معلوم نہیں عدالت کی تائید کس مصلحت کی وجہ سے نہیں کرتے۔ کیا وہ فقط عوام کے جذبات سے کھیلنے کے لئے اتنے بڑے عوامی اجتماعات میں خوش گپیاں کرتے تھے یا صرف عوام کو خاک و خون میں کھیلنے کی دعوت دیتے تھے۔ ہمیں تو یہ امید تھی کہ سب سے پہلے اصغرخان صاحب ہی عدالت عالیہ کے وقار کو دوبالا کرنے کے لئے آگے بڑھیں گے، مگر دیکھیئے حالات بدل گئے۔ اصغرخان صاحب نے مکمل اور طویل خاموشی اختیار کئے رکھی اور جب اخبار نویسوں نے ان کی اس چپ کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ان سے دریافت کیا کہ جناب ان رحم کی اپیلوں کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں تو یوں گویا ہوئے کہ ہم بدستور چپ رہنا پسند کریں گے کیونکہ اخبارات

بقیہ ص ۱۶ پر

ملتان بار ایسوسی ایشن کے انتخابات

نورِ عالم قریشی ایڈووکیٹ



بار کے ڈی پی دھڑ، بادشاہ گروں کو شکست

نوجوان وکلاء کی فتح

ملتان بار ایسوسی ایشن ملک کی دوسری بار کے مقابلے میں اپنی ایک منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ ملتان بار کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے ہمیشہ قانون کی بالا دستی اور آئین کی حکمرانی کے لئے بھٹو اور ایوب ایسے آمروں اور غاصبوں کے خلاف زبردست جدوجہد کی ہے۔

بحالی جمہوریت کی مہم ہو یا نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک، ملتان کی وکلاء برادری نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بار کی تاریخ کو زندہ رکھا۔

ملتان بار کے انتخابات مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۷۸ء شیڈول کے مطابق ہوئے۔ بار کی انتخابی مہم پہلے کی طرح گرم جوشی اور گہما گہمی نہیں تھی البتہ دو نئے واقعات پیش آئے۔ بار کی انتظامیہ نے الیکشن منعقد کرانے کے لئے انتخابی پروگرام کا اعلان کیا۔ بار کی روایت کے مطابق امیدواروں نے اپنے کاغذات نامزدگی داخل کئے۔ قواعد ضوابط کے مطابق ان وکلاء کو ووٹ کا حق استعمال کرنے کو انتخابات لڑنے سے روک دیا گیا جن کے پاس چندہ اور کتابیں بقایا تھیں۔

بار کے اس متذکرہ انتخابی پروگرام کو چیلنج کرتے ہوئے سینئر سول جج صاحب کی عدالت میں مس نسیم سرور ایڈووکیٹ اور اقبال بلوچ ایڈووکیٹ نے بار کی انتظامیہ کے خلاف حکم امتناعی کا دعوے دائر کر دیا۔

عدالت دیوانی نے مدعیان کے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے حکم دیا کہ متذکرہ اراکین کے نام بھی امیدواروں کی فہرست میں شامل کئے جائیں اور انہیں امیدوار بننے سے نہ روکا جائے، نیز رائے دہندگان کی فہرست میں ایسے تمام وکلاء کا نام درج کیا جائے جن کی طرف کتابیں اور چندہ بقایا ہیں۔ چنانچہ بار کی انتظامیہ نے عدالت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسے تمام نا دہندہ حضرات کو ووٹ استعمال کرنے کا حق دیا جو بار کی تاریخ میں اس سے پہلے نہیں تھا۔

الیکشن سے چند روز پہلے ملتان بار کے بزرگ اور سینئر وکلاء اور سیاسی جماعتوں سے وابستگی رکھنے والے وکیلوں کا ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں بار کے کافی وکلاء شریک ہوئے۔ جن میں پیرزادہ عبدالسعید ایڈووکیٹ (پی۔ ڈی۔ پی) میاں مشتاق احمد (مسلم لیگ) وزیر غازی (جماعت اسلامی)، قاری نورالحق قریشی (جمعیۃ علماء اسلام)، عارف محمود قریشی (این۔ ڈی پی)، بشیر احمد انصاری (تحریک استقلال) اور نوجوان وکلاء کا گروپ۔

اجتماع میں موضوع اور طاقتور امیدوار کا چناؤ کرنا مقصود تھا جو ہر لحاظ سے الیکشن میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

میٹنگ میں کافی بحث ومباحثہ اور افہام تفہیم کے بعد پیپلز پارٹی کے امیدواروں کو شکست دینے کے لئے قومی اتحاد نے اپنے پینل کا اعلان کر دیا۔ صدارت کے لئے صادق احسن (مسلم لیگ) سیکرٹری کے لئے بدر اللہ شیخ (جماعت اسلامی) ملک محمد حنیف ارائیں، سینئر نائب صدر، جمعیۃ علماء اسلام، جونیئر نائب صدر ملک ممتاز۔ پی۔ ڈی پی۔ جوائنٹ سیکرٹری نعیم گوریجہ۔ ملتان بار کے ۵۶۲ ممبران میں سے ۴۰۸ ممبران نے ووٹ کاسٹ کئے۔ آزاد گروپ کامیاب ہو گیا۔

صدر۔ پیر رفیع الدین، ۱۶۷

جنرل سیکرٹری۔ ناصر شاہ ۲۳۷

سینئر نائب صدر۔ حنیف ارائیں ۲۳۷

خان صادق احسن نے ۱۲۸۔ اشرف (ایمرجنگ لائرز) ۴۷ ووٹ حاصل کئے چوہدری محمد حسین جھانیاں نے صرف ۵ ووٹ حاصل کئے سینئر نائب صدر حنیف آرائیں (جمعیت علماء اسلام) ۲۳۷ ووٹ حاصل کر کے کامیابی حاصل کی — مسٹر لطیف واہلہ (این۔ ڈی۔ پی) نے ۱۵۵ ووٹ حاصل کئے۔ جنرل سیکرٹری کے لئے مرزا منظور گروپ کے امیدوار ناصر شاہ نے ۲۳۷ ووٹ لئے جبکہ بدر اللہ شیخ نے ۱۴۰ اور پیپلز پارٹی کے امیدوار ظفر شاہ نے صرف ۲۲ ووٹ حاصل کئے۔

جونیئر نائب صدر کے عہدے کے امیدوار ممتاز ملک نے ۲۳۶، عبدالرزاق راجہ نے ۸۷ اور محمد فیاض قریشی نے ۷۲ ووٹ لئے — جوائنٹ سیکرٹری کے امیدوار نعیم گوریجہ نے ۲۱۵ عطاء اللہ خان نے ۱۳۷ اور فرخ عباس شمسی نے ۸۰ ووٹ حاصل کئے۔ مجلس عاملہ کے لئے منیر فاطمی ایڈووکیٹ، میاں بشیر انصاری، مس نسیم سرور، چوہدری محمد شفیق۔ فاروق کمبوہ اور وحید بخش بھی چنے گئے۔

ملتان بار کے ڈی۔پی۔دھڑ

ملتان بار کی ایک معروف شخصیت جو وکلا برادری

میں زیادہ توجہ طلب ہے وہ ہیں مسٹر شیخ فہیم ربانی جو بار کی سیاست میں کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ بار کے انتخابات میں اکثر ان کا تجزیہ بہت حد تک درست ثابت ہوتا ہے۔ اس انتخابات میں بھی شیخ صاحب نے کامیاب امیدواروں کے بارے میں چند روز پہلے پیشن گوئی کر دی تھی جو سو فی صدی درست ثابت ہوئی۔ شیخ فہیم صاحب اس لحاظ سے وکالت میں کم اور سیاست میں زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اس لئے وہ ملتان بار میں ڈی۔پی دھر کے نام سے مشہور ہیں۔

بادشاہ گر:

ملتان بار کی جہاں بہت سی روایات ہیں وہاں بادشاہ گری کی روایت بھی بالخصوص نوجوان وکلاء میں موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ موجودہ انتخابی مہم میں بادشاہ گری کی سخت مذمت کی گئی ہے۔

بادشاہ گروں اور بار کے ٹھیکیداروں کے بارے میں نوجوان وکلاء نے مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ چند افراد بار کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں اور بند کمرہ میں اکٹھے ہو کر ڈرائنگ روم کی سیاست لڑاتے ہیں۔ اس سلسلے میں حال ہی میں نوجوان وکلاء نے ایک امیرجنگ لائرز کے نام سے ایک نئی تنظیم کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ تنظیم بار کے انتخابات میں پہلی دفعہ دیکھنے میں آئی ہے۔ اس تنظیم میں قمرالنساء مس تسنیم سرور اور مسٹر سرفراز غوری ایڈوکیٹ قابلِ ذکر ہیں۔

امیرجنگ لائرز نے بار کے ٹھیکیداروں اور بادشاہ گروں کے خلاف ایک قرارداد پیش کی۔ اجلاس میں امیرجنگ لائرز کے حامیوں اور نوجوان وکلاء نے اپنے مؤقف میں دھواں دار تقریریں کیں اور بادشاہ گر سسٹم کے لوگوں پر سخت تنقید کی گئی۔ بار کے مفادات کو نظرانداز کرنے اور بار کو سیاست کا اکھاڑہ بنانے کی مذمت کی گئی۔

وکیل اور سیاست دونوں لازم و ملزوم ہیں ایک وکیل کا سیاست سے الگ تھلگ رہنا معاشرہ کے ساتھ زیادتی ہے۔ لارڈ برائٹس کے قول کے مطابق اچھا شہری وہ ہے جو سیاست میں حصہ لے۔ وکیل کے لئے سیاست ناگزیر ہے۔ وہ لوگ جو سیاست سے الرجک ہیں انہیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ قائداعظم محمد علی جناح، مسٹر گاندھی، حسین شہید سہروردی، ابراہام لنکن، ووڈرو ولسن، یہ حضرات وکیل ہی تھے جنہوں نے ملک اور قوم کی قسمت کا فیصلہ کیا۔

بقیہ: سیاسی افکار

صرف حکومت کا ہی نکتۂ نظر شائع کر رہے ہیں رہا رہے اصغر خانی سیاست۔ بلکہ ایک قدم اور بھی آگے بڑھ چکے ہیں کہ وہ اپنے ڈورے اب پی۔پی۔پی کے آزاد گروپ کے ساتھ بڑھا رہے ہیں (آزاد گروپ میں مولانا کوثر نیازی جو پی۔پی۔پی کے جنرل سیکرٹری تھے، غلام مصطفےٰ جتوئی و دیگر بھٹو کے حواری شامل ہیں)۔ قومی سطح پر اصغر خان صاحب کو قومی حکومت کے بارے میں اپنا مضبوط مؤقف اپنانے کی ضرورت ہے بہرحال یہ "لچکدار مؤقف" دیکھئے ان کے حق میں کیا رنگ لاتا ہے؟ اور سردار صاحب کی دوسری ملاقات کے بعد کیا ردعمل ہوتا ہے؟

قومی حکومت کے بارے میں صحیح ردعمل کے اظہار میں ایک بہت بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ ملک میں سیاسی سرگرمیاں معطل ہیں۔ جن جماعتوں کو اپنے مؤقف اپنانے میں مشورہ اور اجلاس بلانے کی اجازت نہ ہو وہ واضح اور غیر متبدل مؤقف اختیار نہیں کر سکتیں۔ قومی حکومت کا مستقبل کیا ہوگا؟ اس بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ لیکن یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اس میں کسی فرد کی رائے ہرگز قابلِ اعتماد نہیں اس لئے درجہ اوّل میں یہ بات ضروری معلوم ہوتی ہے کہ سیاسی آزادیاں بحال کی جائیں اگرچہ آزادی اسی درجہ محدود ہو کہ چار دیواری میں اجلاس ہو سکیں۔ جماعتیں اکٹھی ہو سکیں اور باہمی مشورہ کے بعد کوئی مضبوط مؤقف سامنے آ سکے۔

اس تجویز کے سامنے آنے کے بعد مسلم لیگ میں بھی دو رائیں سننے میں آ رہی ہیں۔ پیر پگاڑو صاحب تو اس بارے میں زیادہ تر خاموش نظر آتے ہیں لیکن چوہدری ظہور الٰہی جن کے متعلق یہ خبر آج کل گرم ہے کہ وہ میٹرک کا امتحان لاہور میں دے رہے ہیں اور خواجہ خیرالدین جو پرانے مسلم لیگی زعماء میں شمار کئے جاتے ہیں اس حق میں ہیں کہ قومی حکومت کا قیام ایک ناگزیر ضرورت ہے اور اس کی جلد عملی شکل کا ظہور چاہتے ہیں لیکن ملک محمد قاسم کچھ اس کی مخالفت کی طرف رجحان رکھتے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوّل الذکر دونوں لیڈروں کا وزن جماعت میں زیادہ رہے گا اور ملک قاسم کی رائے جماعتی حلقوں میں اتنی باوزن ثابت نہیں ہوگی۔

اس موقع پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ لیڈر جو اتحاد کی تحریک کے دوران پیپلز پارٹی کے افراد خصوصاً وزراء کے خلاف سخت سست الفاظ استعمال کرتے تھے۔ اب قومی حکومت میں انہی لوگوں کو شانہ بشانہ چلتے ہوئے آئندہ انتخابات میں عوام کا کیسے سامنا کریں گے؟

سردار عبدالقیوم کے دورہ کے اختتام پر ان سے سوال کیا گیا کہ آپ مجوزہ قومی حکومت کے لئے کشمیر کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ وہاں اس کی ضرورت نہیں۔ شاید وہاں کے حالات اس کے متقاضی نہ ہوں۔ لیکن وہ پاکستان کے حالات کو ایسا سمجھتے ہیں کہ یہاں قومی حکومت کا قیام ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ میں بھٹو دور کی تمام غلط روایات کو ختم کرنے کے لئے مصروف عمل ہوں۔

بہرحال اگر سردار صاحب کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں تو ان کی سیاسی سالگرہ پر ان کو مبارکباد اور ہدیۂ تہنیت۔ بصورت دیگر اگر قومی حکومت معرض وجود میں نہیں آ سکتی تو سردار صاحب دوبارہ عازم کشمیر ہوں گے۔

خاص اعلان

"شہر شہر سے" کے صفحات میں صرف وہی خبریں اور کارروائیاں شائع کی جاتی ہیں جو مقامی جمعیۃ علماء اسلام کے لیٹر پیڈ پر لکھی گئی ہوں۔ نیز یہ کہ آخر میں امیر، ناظم عمومی یا ناظم نشریات کے دستخط اور جمعیۃ کی مہر ثبت ہونا ضروری ہے بصورت دیگر کا غذ پر اور بغیر دستخط و مہر کے کوئی خبر، انتخاب اور کارروائی شائع نہیں کی جائیگی۔

ترک وزیر اعظم کا اظہار اطمینان

روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۹ اپریل ۷۸ء کی ایک خبر کے مطابق ہمارے عظیم برادر ملک ترکی کے وزیر اعظم جناب بلند ایجویت نے گذشتہ روز پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے جنرل ضیاء الحق اور صدر پاکستان سے مسٹر بھٹو کی جان بخشی کے لئے جو اپیل کی تھی اس کا جواب انہیں مل گیا ہے اور وہ اس سے مطمئن ہیں ۔ انہوں نے بتایا کہ جنرل ضیاء نے انہیں بتایا ہے کہ ابھی عدالتی عمل ختم نہیں ہوا اور وہ پاکستان کی بڑی عدالت کا احترام کرنے کے پابند ہیں۔

اس خبر سے محسوس ہوتا ہے کہ عدالت عالیہ کی طرف سے مسٹر بھٹو کو قتل کے مقدمے میں سزائے موت کے فیصلے کے بعد عالمی رائے عامہ اور قائدین کی طرف سے اصل حقیقت سے باخبر نہ ہونے کے باعث اپیلوں کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ رفتہ رفتہ اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہا ہے اور حکومت پاکستان نے برادر ممالک کو صحیح صورت حال سے باخبر رکھنے کی جو مہم شروع کی ہے وہ نتیجہ خیز ثابت ہو رہی ہے۔

دراصل بھٹو حکومت نے بیرونی ممالک میں "پارٹی پراپیگنڈہ" کے لئے جو مخصوص سیل قائم رکھے تھے وہ اب بھی سرگرم عمل ہیں اور ان کی منظم نشریاتی مہم کے باعث عالمی رائے عامہ کے اکثر لیڈروں کو یہ معلوم ہی نہیں ہو سکا کہ مسٹر بھٹو کو کسی سیاسی مقدمہ میں نہیں بلکہ قتل کے ایک کیس میں صفائی کا پورا موقع دینے کے بعد عدالت عالیہ نے موت کی سزا سنائی ہے اور اب جبکہ انہیں صحیح صورتحال سے آگاہ کیا جا رہا ہے ترک وزیر اعظم کی طرف سے اظہار اطمینان اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ شکوک و شبہات کے بادل چھٹ رہے ہیں ۔

تاہم اس سلسلہ میں ابھی بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے بالخصوص سفارتی سطح پر بیرونی ممالک کو صحیح صورتحال سے جلد از جلد آگاہ کرنا ضروری ہے اور ہمیں یقین ہے کہ عبوری حکومت اس سلسلہ میں بھرپور توجہ سے کام لے گی ۔

اس ضمن میں ہم بھارتی حکومت کے طرز عمل کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس نے طویل باہمی مخاصمت اور بنیادی جھگڑوں کے باوجود مسٹر بھٹو کی سزائے موت کے بارے میں معقول اور متوازن رویہ اختیار کیا ہے اور ابھی حال ہی میں جناب آغا شاہی کے دورہ بھارت کے موقع پر پالم کے ہوائی اڈہ پر پاکستانی اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے بھارتی وزیر خارجہ مسٹر اٹل بہاری باجپائی نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ بھارت، پاکستان کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کی پالیسی پر مضبوطی سے قائم ہے اور مستقبل میں بھی اسی پالیسی پر گامزن رہے گا۔ ہمارے خیال میں دوسری حکومتوں کو بھی ایسا ہی متوازن رویہ اختیار کرنا چاہیئے ۔

دایاں بازو اور بایاں بازو

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے گذشتہ روز کیہان انٹرنیشنل کو دیے گئے ایک طویل انٹرویو میں جہاں اور بہت سے امور پر اظہار خیال کیا ہے وہاں اپنا تعلق واضح طور پر دائیں بازو سے ظاہر کرتے ہوئے بائیں بازو کے لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ ہوش میں آجائیں کیونکہ میں اپنی گرفت سخت کرنے والا ہوں ۔

معلوم نہیں جنرل صاحب نے یہ بات کس پس منظر میں فرمائی ہے تاہم انتہائی ادب کے ساتھ یہ گذارش کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سیاست میں دائیں بازو اور بائیں بازو کی اصطلاحات جس معنی و مفہوم میں استعمال ہوتی ہے اس کے پیش نظر جنرل موصوف کے ان ریمارکس سے ہمیں کوئی خوشی نہیں ہوئی۔

مروجہ سیاسی اصطلاحات کے مطابق دائیں بازو کی اصطلاح سرمایہ دارانہ نظام کے حامیوں کے لئے اور بائیں بازو کی اصطلاح کمیونزم و سوشلزم کے حامیوں کے لئے استعمال ہوتی ہے جبکہ جنرل محمد ضیاء الحق نے پاکستان میں جس نظام عدل و انصاف کے نفاذ و ترویج کا بیڑہ اٹھایا ہے وہ ان دونوں بازوؤں کی انتہا پسندی سے بیزار ہے۔

اسلام میں نہ مادر پدر آزاد معاشرت اور معیشت کی گنجائش ہے اور نہ ہر طرف سے جکڑی ہوئی اجتماعیت کی، وہ تو آزادی اور جبر اور فرد اور معاشرہ کے درمیان ایک حسین توازن قائم رکھتے ہوئے اعتدال کی صراط مستقیم پر چلتا ہے۔

اس لئے ہم جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے گذارش کریں گے کہ وہ اسلام اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں بازو اور بائیں بازو کے چکر سے الگ ہی رکھیں کیونکہ وہ ان چکروں میں پڑ گئے تو اپنی قوم کو ایک صاف ستھرے اور آمیزشوں سے پاک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور نہیں دے سکیں گے۔

طلبہ اور امتحانات: ایک اخباری

اطلاع کے مطابق پنجاب کے مارشل لاء حکام نے پنجاب یونیورسٹی کے بی۔ اے اور بی۔ ایس سی کے امتحان برائے ۷۷ء کے نتائج سے متعلق رپورٹ طلب کرلی ہے اور یونیورسٹی انتظامیہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ مارشل لاء حکام کو آگاہ کریں کہ اس سال بی۔ اے اور بی۔ ایس سی کے امتحان میں بڑی تعداد میں طلبہ کیوں فیل ہوئے اور نتیجہ گذشتہ برسوں کے مقابلہ میں غیر تسلی بخش کیوں رہا؟

خبر میں بتایا گیا ہے کہ اس مذکورہ امتحان کا نتیجہ ۲۲ فی صد تھا جو گذشتہ سال کے مقابلہ میں دو فیصد کم تھا۔

ہمارے تعلیمی اداروں میں تعلیم کا معیار جس طرح روز بروز گرتا جارہا ہے وہ ایک سنگین مسئلہ کی صورت اختیار کرچکا ہے اور اس کی سنگینی مذکورہ امتحان کے نتیجہ سے ظاہر ہے اور نتیجہ کا بائیس فی صد تناسب بھی اس صورت میں ہے کہ امتحانات میں نقل، سفارش اور دیگر تمام ممکنہ ذرائع حتی الوسع اختیار کئے گئے ہوں گے اس کے باوجود صرف ۲۲ فیصد طلبہ کا کامیابی حاصل کرنا بلاشبہ ایک المیہ سے کم نہیں۔ مارشل لاء انتظامیہ نے یونیورسٹی کے حکام کو اس کے اسباب و محرکات سے آگاہ کرنے کو کہا ہے۔

ہمارے خیال میں یہ صرف ایک یونیورسٹی کا مسئلہ نہیں، ہمارے تمام تعلیمی اداروں کی کیفیت کم و بیش یہی ہے اور ہمیں اپنے تعلیمی معیار کو معقول سطح پر لانے کے لئے قومی سطح پر اقدامات کرنے چاہئیں تاکہ ہم اس اہم قومی مسئلہ سے صحیح طور پر عہدہ برآ ہوسکیں۔

بھٹو حکومت کے بارے میں قرطاس ابیض:

کافی عرصے سے اس قسم کی خبریں سامنے آرہی ہیں کہ بھٹو حکومت کی سیہ کاریوں کے بارے میں ایک مفصل قرطاس ابیض تیار کیا جاچکا ہے جو بہت جلد شائع کیا جارہا ہے مگر ابھی تک یہ قرطاس ابیض شائع ہونے میں نہیں آرہا۔

یہ درست ہے کہ قرطاس ابیض میں شامل امور کی چھان بین اور جانچ پڑتال کے لئے کافی محنت کی ضرورت تھی اور غالباً اب تک ہونے والی تاخیر کا بنیادی باعث بھی یہی امر رہا ہے لیکن اب اس تاخیر کا سلسلہ اتنا دراز بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ وقت گذرنے کے بعد یہ اپنی حقیقی افادیت بھی کھو بیٹھے۔

اس سلسلہ میں ہم حکومت سے گذارش کریں گے کہ قرطاس ابیض کو جسقدر جلد منظر عام پر لایا جاسکے لایا جائے تاکہ بعض مخصوص عناصر عالمی رائے عامہ کو جس طرح غلط فہمیوں کے حصار میں جکڑے رکھنے کی مذموم کوشش کررہے ہیں اس کا توڑ ہوسکے اور بین الاقوامی رائے عامہ کو یہ باور کرایا جاسکے کہ مسٹر بھٹو اب جس انجام سے دوچار ہیں وہ کسی سیاسی سازش کا نہیں بلکہ خود ان کی بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کا نتیجہ ہے۔

ٹیکسٹائل ملوں کا مسئلہ:

اے۔ پی۔ پی کی ایک خبر کے مطابق آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن کے چیئرمین میاں تجمل حسین نے ایسوسی ایشن کے ۲۱ ویں سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ اس وقت ٹیکسٹائل ملوں میں آٹھ لاکھ تکلے اور آٹھ ہزار کھڈیاں بیکار پڑی ہیں اور اگر ٹیکسٹائل کی مصنوعات کی برآمدات میں معقول اضافہ نہ ہوا تو مستقبل قریب میں مزید تکلے اور کھڈیاں بھی بیکار ہوجائیں گی۔

ہم اس سے قبل بھی ان کالموں میں حکومت کو اس مسئلہ کی طرف توجہ دلا چکے ہیں اور مذکورہ بالا انکشاف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس مسئلہ کی سنگینی میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے اسلئے حکومت کو اس مسئلہ پر جس سے لاکھوں انسانوں کا روزگار وابستہ ہے بلا تاخیر توجہ دینی چاہیئے اور قومی بنیادوں پر اس مسئلہ کا حل تلاش کرنا چاہیئے۔ اس ضمن میں ہم میاں تجمل حسین صاحب کے اس مطالبہ کی حمایت کرتے ہیں کہ حکومت ٹیکسٹائل کی صنعت کو بحران سے نکالنے کے لئے فروعی اور عام قسم کے فیصلوں پر انحصار کرنے کی بجائے ٹھوس بنیادوں پر ٹھوس اقدامات کرے۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب قریشی آف بیر شریف کی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے ملاقات

لاڑکانہ: ۹ اپریل ۔ چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے دورہ لاڑکانہ کے موقع پر جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کے نائب امیر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب آف بیر شریف نے ان سے ملاقات کی اور ملک وملت کے فلاح وبہبود کے لئے درج ذیل تجاویز تحریری طور پر انہیں پیش کیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب
چیف آف دی آرمی سٹاف وچیف مارشل لاء
ایڈمنسٹریٹر آف پاکستان

جناب عالی!

ہم آپ کی خدمت میں دورہ لاڑکانہ کے اس پُرمسرت موقع پر جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ کی طرف سے ملک وملت کے فلاح وبہبود کے لئے چند ایک تجاویز پیش کرتے ہیں جو کہ قابل غور بھی ہیں اور قابل عمل بھی۔

۱۔ امن عامہ کے بحال کرنے کی خاطر انتظامیہ کے اوپر کڑی نظر رکھی جائے تاکہ چوری ۔ ڈاکہ زنی اور قتل وغارتگری کا خاتمہ اور چادر اور چار دیواری کی حفاظت ہو سکے۔

۲۔ رشوت کے ختم کرنے کے لئے فوری انتظامات کئے جائیں۔

۳۔ مزدوروں کے مسائل فوراً حل کئے جائیں اور ان کی ناجائز چھانٹی فوراً بند کی جائے۔

۴۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق عورتوں کے لئے پردے کو لازمی قرار دیا جائے۔

۵۔ موسیقی ۔ جاندار چیزوں کی تصویر کشی فلموں اور فوٹو کی لعنت سے ملک کو فوراً نجات دلائی جائے۔

۶۔ دیہاتوں میں بجلی پہنچانے کا انتظام کیا جائے اور واپڈا کے نظام کو بہتر بنایا جائے تاکہ بجلی کی چوری بند ہو سکے اور قومی خزانہ کو فائدہ پہنچے۔

۷۔ بلوچستان اسمبلی کے سابق ڈپٹی سپیکر اور جمعیت علماء اسلام کے راہنما مولانا سید شمس الدین شہیدؒ کے قتل کی از سر نو عدالتی تحقیقات کرائی جائے۔

۸۔ بلدیہ کے نظام کو بہتر بنایا جائے۔

۹۔ محکمہ اوقاف کی کارکردگی کو بہتر بنایا جائے۔

۱۰۔ دینی مدارس کے فارغ التحصیل علماء کو ایم ۔ اے کے برابر تسلیم کیا جائے۔

۱۱۔ صوبہ سندھ میں حیدرآباد کے قریب لواری کے مقام پر ہونے والے مصنوعی حج پر سرکاری طور پر سخت پابندی عائد کی جائے۔

۱۲۔ ہر ضلع میں ایک ایک باعمل عالم کو سرکاری طور پر مقرر کیا جائے تاکہ وہ عوام کو اسلامی نظام کی برکت اور اہمیت سے واقف کرائے۔

۱۳۔ پولیس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے فوری اور اہم اقدامات کئے جائیں۔

منجانب: ۔ عبدالکریم قریشی آف بیر شریف
نائب امیر جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان و جملہ اراکین جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ

مورخہ: ۹ اپریل ۷۸ء

کراچی شرقی:

جمعیۃ علماء اسلام کراچی شرقی کے زیر اہتمام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا عظیم الشان جلسہ جامع مسجد بلال کالونی میں مولانا سلطان محمود صاحب امیر حلقہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں دیگر مقررین کے علاوہ کراچی شرقی کے سرپرست مولانا سید حسن المآب شاہ صاحب اور مولانا حضرت ولی صاحب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ پر پُراثر خطاب کیا۔ حاضرین کے جم غفیر سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت کے سرپرست مولانا سید حسن المآب شاہ نے کہا کہ فرش زمین پر رہنے والی انسانیت چین اور سکون کی زندگی جب بسر کر سکتی ہے کہ اس کا تعلق اور جوڑ اور رجذب رحمت کا رشتہ عرش والے کے ساتھ ہو، کیونکہ انسان کے فائدے ونقصان کامیابی و ناکامی، خوشی اور غمی کے فیصلے عرش پر ہوا کرتے ہیں لہٰذا انسان کو عرش والے کے ساتھ تعلق جوڑنا چاہیئے اور اس تعلق کا ذریعہ وحی الٰہی اور نبوت ہے۔ اس لئے رب کریم نے پہلے انسان کو پہلا نبی بنا کر بھیجا کیونکہ نبوت انسانیت کے لئے رحمت ہے۔

انہوں نے کہا کہ قرآن وحدیث کے اوراق اس سے لبریز ہیں کہ سوا لاکھ انبیاء میں سے ہر نبی خدا کی رحمت ہے مگر رحمۃ اللعالمین آمنہ رضی کا لال صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے انسان کو انسان کی غلامی سے نجات اور شجر وحجر کے سامنے سجدہ کرنے سے سختی سے روکا۔

انہوں نے کہا کہ خدا کی وحدانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، ابوبکرؓ کی صداقت، عمرؓ کی عدالت، عثمانؓ کی سخاوت، علیؓ کی شجاعت حمزہؓ کی شہادت، حسینؓ کی جرأت، صحابہ کی دیانت ابوحنیفہ کی امامت، عبدالقادر جیلانیؒ کی ولایت مفتی محمود کی سیاست، عبداللہ درخواستی کی ریاضت، جمعیۃ علماءِ اسلام کی للٰہیت یہ ساری چیزیں ربّ کائنات کی رحمت ہیں۔

مولانا حضرت ولی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو ہمیں اپنی زندگی کے لئے مشعلِ راہ بنانا چاہیئے کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن کی تفسیر ہے۔

آخر میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی صحت اور راہبر مرکزیہ محمد عبداللہ درخواستی کی درازیٔ عمر کے لئے دعا مانگی گئی۔

اپیلوں کی مذمّت : (کراچی)

جمعیۃ علماءِ اسلام چک نمبر ۲۹۴ ج ب ابن کا ہنگامی اجلاس زیر صدارت حافظ عبدالحق امیر جمعیۃ چک ہذا منعقد ہوا، جس میں محمد خالد خان نے چند ایک قرار دادیں پیش کیں جنکو نمائندگان جمعیۃ نے متفقہ طور پر پاس کر دیا۔

۱۔ ہائی کورٹ کے فیصلے کا خیر مقدم کیا گیا اور کہا گیا کہ پی۔پی۔پی کے بڑے ملزم کو سزائے موت بالکل اسلام کے قانون کے مطابق سنائی گئی ہے اور ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو ظالم کی رہائی اور تخفیف کی باتیں کرتے ہیں۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ وہ لوگ اس وقت کہاں تھے جبکہ پاکستانی عوام کا نہ مال و جان اور عزت محفوظ تھی۔ آج ان کو ایک ظالم پر ترس آگیا۔ جب پاکستانی لوگ تحریک میں گولیوں کا نشانہ بن رہے تھے اور ان لوگوں کو علم بھی تھا مگر اس وقت ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ ابھی تو بے شمار مقدمات باقی ہیں۔

۲۔ حکومت مصنوعی مہنگائی پر کنٹرول کرے۔

۳۔ ربوہ اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کا نام تبدیل کر کے اسلامی نام رکھا جائے۔

۴۔ ابن میں پانی۔ بجلی۔ پختہ سڑک۔ ڈسپنسری اور گرلز پرائمری سکول کا انتظام کیا جائے۔

حضرت درخواستی کی ساس صاحبہ انتقال کر گئیں :

خانپور۔ حضرت درخواستی دامت برکاتہم کی ساس صاحبہ کا گذشتہ روز انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محترمہ پابند صوم و صلوٰۃ اور بہت پارسا عورت تھیں۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم صاحب نے پڑھائی۔ اس کے علاوہ تحفظ حقوق اہلسنت کے صدر مولانا عبدالشکور دینپوری ناظم اعلیٰ سید عبدالمجید ندیم، حافظ سلطان احمد اور جمعیت علماءِ اسلام، جمعیۃ طلباءِ اسلام، بزم شیخ الہند کے کارکنوں اور معززین شہر نے بڑی تعداد میں نماز جنازہ میں شرکت کی۔

مرحومہ کے تین فرزند ہیں۔ سب سے بڑے مولانا عبدالحنان ہیں جو کہ جمعیت علماءِ اسلام خانپور کے ناظم ہیں۔ جمعیۃ علماءِ اسلام، جمعیۃ طلباءِ اسلام بزم شیخ الہندؒ انجمن آڑھتیاں مجلس علمی مدرسہ مخزن العلوم کے اجلاسوں میں حضرت درخواستی مدظلہ، مولانا عبدالحنان سے اظہار تعزیت کیا گیا۔ نیز ان اجلاسوں میں جمعیت طلباءِ اسلام خانپور کے صدر چوہدری جاوید ارشد کی ہمشیرہ اور طالب علم راہنما محمد اسحٰق ندیم کے والد حاجی محمد ابراہیم صاحب کی وفات پر اظہار تعزیت کیا گیا اور مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔

سیف الرحمٰن درخواستی
صدر بزم شیخ الہندؒ خانپور

بزم شیخ الہندؒ کا قیام :

خانپور :۔ بزم شیخ الہندؒ خانپور کا اجلاس زیر صدارت مولانا عبدالصمد ہوا۔ سیف الرحمٰن درخواستی نے بزم کے قیام کا مقصد بتاتے ہوئے کہا کہ بزم کا مقصد عوام الناس کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا انقلابی مشن بتانا اور اس سے روشناس کرانا ہے۔ انہوں نے کہا حضرت شیخ الہند عالم اسلام کی عظیم مذہبی روحانی اور انقلابی شخصیت تھے۔ آپ نے اور آپ کے تلامذہ مولانا سندھی، مولانا مدنیؒ، مولانا تھانوی، حضرت انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جس طرح دین اسلام اور ملک کی خدمت کی ہے اس کو قوم کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

انہوں نے بتایا کہ عنقریب خانپور میں شیخ الہند کانفرنس ہوگی جس میں ملک بھر سے علماء اور دانشور حضرات خطاب کریں گے بعد میں شیخ الحدیث مولانا شفیق الرحمٰن کی سرپرستی میں بزم کا انتخاب ہوا :۔

صدر : سیف الرحمٰن درخواستی
نائب صدر : عبداللہ منگچری
ناظم اعلیٰ : عبدالخالق زاہد
ناظم : عبیداللہ شجاع
" نشر و اشاعت : عبداللہ عاصم
" مالیات : مولانا عبدالصمد صاحب

بیس ارکان پر مشتمل مجلسِ شوریٰ تشکیل دی گئی۔

– –

افسوسناک خبر :

ہمارے علاقہ کے جمعیت علماءِ اسلام کے مخیر بزرگ چوہدری محمد ادریس صاحب چک ۱۴۴ سنجر پور کے دو نوجوان فرزند عبدالجبار عبدالستار موٹر سائیکل پر اپنے گاؤں کی طرف شاہراہ پاکستان پر جا رہے تھے ٹرک کے ساتھ ایکسیڈنٹ میں موقع پر ہی انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چوہدری محمد ادریس صاحب کا سارا گھرانہ جمعیت علماءِ اسلام سے وابستہ ہے اور دیندار گھرانہ ہے۔

قارئین ترجمان اسلام سے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی اپیل ہے۔

منور حسین ضیاءُ قادری راشدی

درس قرآن :

خانپور : گذشتہ روز بزم شیخ الہندؒ خانپور کی طرف سے درس قرآن کی مجلس منعقد کی گئی جس کے مہمان خصوصی مجلس تحفظ حقوق اہلسنت کے ناظم اعلیٰ مولانا سیّد عبدالمجید ندیم تھے۔ مولانا

نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "افسوس کا مقام ہے کہ مملکت اسلامیہ میں بانی پاکستان کا یوم تو سرکاری طور پر منایا جاتا ہے لیکن بانیان اسلام کا یوم سرکاری طور پر نہیں منایا جاتا، بلکہ اگر صحابہ کرام رضؓ پر کوئی سب و شتم بھی کرے تو پاکستان کا قانون حرکت میں نہیں آتا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ خلافت راشدہ کا یوم سرکاری سطح پر منایا جائے۔

مولانا نے فرمایا کہ خلافت راشدہ کا دور ہمارے لئے نشان راہ ہے۔ اگر پاکستان میں عدل و انصاف و مساوات قائم کرنا چاہتے ہیں تو خلافت راشدہ کا عملی نمونہ ہی یہ سب کچھ فراہم کرسکتا ہے۔ مولانا نے دو گھنٹے تک شان صحابہؓ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

مولانا کے علاوہ مولانا عبدالشکور دینپوری مولانا اسد اللہ قاسمی میاں ریاض احمد نے بھی خطاب کیا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض بزم شیخ الہند کے صدر سیف الرحمٰن درخواستی نے ادا کئے۔

گانے بجانے پر پابندی لگائی جائے

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے مادھولال حسین کے سالانہ عرس کے موقع پر ہر قسم کے گانے بجانے، ڈانس ناچ پر مکمل پابندی عائد کردی ہے۔ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور سے پرزور استدعا کرتا ہوں کہ ہر عرس کے موقع پر ایسی خرافات کو ختم کیا جائے اور اس کے ذمہ دار افراد کو قرار واقعی سزا دیں۔

محمد نعیم بادشاہ، منڈا بازار

قومی اتحاد کے رہنما کی شادی:

بزم اسلاف پاکستان فیصل آباد سیکرٹری اطلاعات اور قومی اتحاد کے رہنما جناب مولانا منیب الرحمٰن لدھیانوی کی شادی خانہ آبادی بروز جمعرات جمعیۃ علماء اسلام فیصل آباد کے امیر قائد تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مولانا عزیز الرحمٰن اوزی کی صاحبزادی سے بخیر و خوبی انجام پائی۔ جس میں علماء، وکلاء، طلباء، پروفیسرز کے علاوہ قومی اتحاد پنجاب کے صدر جناب حمزہ صاحب نے شرکت کی۔



آہ ———! نصیرالدین احرار

نصیرالدین احرار ایک گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد صاحب ہندوستان سے لٹے ہوئے آئے اور سارا خاندان شہید کرایا۔ پاکستان آنے پر جس قسم کی مشقتیں برداشت کیں وہ بیان کرنے سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ والدین کے لئے اولاد تسکین قلب ہوتی ہے۔ خدا نے ننھا بچہ دیا۔ یہ ۱۹۵۲ء کی بات ہے۔ والدین نے خوشیاں منائیں۔ پانچ سال کے قریب والدین نے اسکول داخل کرایا۔ ہوش آنے پر جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہوگئے اور جمعیۃ کے روح رواں بن گئے۔ والدین کے بڑھاپے کی وجہ سے تعلیم کو تقریباً میٹرک تک ادھورا چھوڑا، اور والدین کے ساتھ دودھ مٹھائی کی دکان پر ہاتھ بٹانے لگے۔ بیس سال کی عمر میں شادی ہوئی اب ان کے دو بچے ہیں۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے میں بچوں کو علمائے حق کے لئے وقف کردونگا۔ شادی کے بعد جمعیت علماء اسلام میں شامل ہوگئے۔ وہ اکابر جمعیۃ علمائے اسلام کے ہر حکم پر لبیک کہتے تھے۔

شجاع آباد کے دیہاتوں میں زبردست سیلاب آیا۔ اس نے نوجوانوں کے ساتھ مل کر شب و روز متاثرین کے لئے کام کیا۔ قربانی اور جانثاری اس کو ورثے میں ملی۔ تحریک ختم نبوت میں اس نے اکابر جمعیت علماء اسلام کے حکم کے مطابق کام کیا اور وہ جلسوں اور جلوسوں میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ وہ ختم نبوت کے سلسلے میں ایک دفعہ تئیس روز کے لئے جیل گئے۔

تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ہی روز شجاع آباد میں زبردست مزاحمت ہوئی۔ گولیاں چلائی گئیں۔ قرآن کی بے حرمتی کی گئی۔ شجاع آباد کے بازار کے اندر بجلی کے کھمبے، دکانیں گواہی دے رہی ہیں۔ شجاع آباد کو شجاع خان نے آباد کیا اور اس نے دشمن سے مقابلے سے پہلے اپنے بیوی بچوں کو شہید کردیا تھا۔ آج اس کی قبر پر سکھوں کی گولیوں کے نشان موجود ہیں۔ حسب معمول شجاع آباد میں پُرامن تحریک چلتی رہی لیکن ۲۹ مارچ شاہی مسجد سے قاری نظام الدین کی زیر قیادت جلوس نکلا۔ اچانک پولیس نے جلوس کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہر طرف بھگدڑ مچ گئی۔ اس بھگدڑ میں پولیس کی گولی سے دو آدمی مارے گئے۔ نصیرالدین شہید پولیس کی گولی سے شہید ہوئے۔ جس وقت انکی لاش گھر لائی گئی، نصیرالدین شہید کے والد شمس الدین کہہ رہے تھے کہ خدا میرے بیٹے کی شہادت کو قبول فرمائے۔ میرا بیٹا خدا کی راہ میں شہید ہوا۔ پولیس کا اصرار تھا کہ نصیرالدین پولیس کی گولی سے شہید نہیں ہوئے لیکن ہائی کورٹ کے حکم کے مطابق پوسٹمارٹم ٹھیک ۸۳ دن بعد کیا گیا۔ قبر کھودی گئی۔ مدلیہ۔ انتظامیہ کے ذمہ دار اہلکار اور شجاع آباد سول ہسپتال کے ڈاکٹر اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ آنکھوں اور سر کے بال جوں کے توں تھے کھال اور پٹھے معمول کے مطابق تھے۔ ٹانگوں میں لچک موجود تھی۔ قبر اور لاش بدبو سے پاک تھی۔ یہ منظر ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے دیکھا حیران ہو گئے۔ جسم بھی ابھی تک صحیح سالم ہے اور ہر شخص کی زبان پر تھا۔" واقعی شہادت کی موت ہے اور تحریک برحق ہے۔"

محمد ارشد شجاع آبادی

دعائے صحت کے لئے اپیل:

جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کے ناظم نشرو

مولانا غلام قادر صاحب بھوار کے گذشتہ دنوں اچانک گردہ میں تکلیف ہوئی۔ حضرت مولانا سول ہسپتال شکارپور میں زیر علاج ہیں۔

دریں اثنا جمعیۃ علماءِ اسلام شکارپور سندھ کے نائب امیر حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب چند یوم کی بیماری کی وجہ سے بیس دن سے صاحب فراش ہیں۔ جماعتی احباب سے دعا صحت کی اپیل ہے۔

صد سالہ جشن :

گذارش ہے تنظیم القاسم اہلسنت والجماعت شکرگڑھ حضرت مولانا سید محمد قاسم نانوتوی صاحب رح کی یاد میں بنائی گئی ہے۔ امسال ماہ نومبر میں جو صد سالہ جشن دارالعلوم دیوبند منایا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں تنظیم القاسم اہلسنت والجماعت شکرگڑھ کے بورڈ کا ایک اجلاس شیخ محمد شاہد ساجد جنرل سیکرٹری تنظیم "القاسم" اہلسنت والجماعت شکرگڑھ کے مکان پر ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت حافظ محمد عبید اللہ صاحب نے کی جس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ شکرگڑھ میں صد سالہ جشن دارالعلوم دیوبند شایانِ شان طریقہ سے منایا جائیگا۔ اس میں مقامی تنظیموں جمعیت طلباءِ اسلام شکرگڑھ، انجمن فدائیہ اہلسنت والجماعت شکرگڑھ، مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن، مدرسہ رحیمیہ نورانی مسجد اور جمعیت علماءِ اسلام شکرگڑھ کے نمائندوں کو بھی دعوت دی جائے گی۔ اس جشن میں ممتاز عالم دین اور شاعر اسلام خطاب فرمائیں گے۔

خاکپائے اسلاف

محمد افضل سیکرٹری نشر و اشاعت

وفات حسرت آیات (جھنگ)

چوہدری محمد عقیل ضیاء مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ مولانا محمد یاسین اور قاری غلام محمد نے ایک مشترکہ بیان میں سرحد اسمبلی کے سابق ایم۔ پی۔ اے مولانا محمد یعقوب کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ مرحوم کی دینی ملی اور ملکی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے اور اللہ پاک سے دعا کی ہے کہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

شہداء کے لئے قرآن خوانی :

علماء کونسل کی اپیل پر ۹ر اپریل بروز اتوار صبح نو بجے لنڈا بازار لاہور میں شہداء تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کی بلندی اور ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی گئی۔ قرآن خوانی میں احباب نے بھاری تعداد میں شرکت کی۔ علماء کونسل کے جنرل سیکرٹری حضرت مولانا احسان اللہ فاروقی نے شہداء کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔

محمد نعیم بادشاہ، لاہور

حضرت الامیر مدظلہ

کی لاہور تشریف آوری :

حضرت الامیر مولانا محمد عبد اللہ درخواستی دامت برکاتہم ۲۰ر اپریل بروز جمعرات بذریعہ خیبر میل لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ آپ لاہور میں ایک روز قیام فرمائیں گے اور ۲۱ر اپریل کو خطبۂ جمعۃ المبارک جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں ارشاد فرما کر شام کو شیخوپورہ تشریف لے جائیں گے۔ ۲۲ر اپریل ہفتہ کو آپ شیخوپورہ سے خان پور واپس چلے جائیں گے۔

صد سالہ جشن دیوبند :

صد سالہ جشن دیوبند اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ۳۰ر اپریل بروز اتوار بعد نماز عشاء مدرسہ جامعہ قاسمیہ جی بلاک رحمانپورہ لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ عام ہو رہا ہے جس کی صدارت جمعیۃ علماء اسلام حلقہ رحمٰن پورہ کے صدر مولانا شاہ محمد صاحب کریں گے اور استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر، خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب، مجاہد اسلام مولانا زاہد الراشدی صاحب، فاضل نوجوان مولانا سعید الرحمٰن علوی اور ترجمان طلباء جناب ندیم اقبال اعوان خطاب کریں گے جبکہ شاعر ملت و جمعیت سید امین گیلانی ایمان افروز کلام سنائیں گے۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ :

مجلس تحفظ حقوق اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا سید عبد المجید ندیم نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے اپیل کی ہے کہ ملک میں خلافتِ راشدہ کی طرز پر نظام حکومت رائج کیا جائے تاکہ معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں اور معاشی جبر و استحصال کا خاتمہ ہو سکے

گذشتہ شب مدرسہ جامعہ فاروقیہ رجسٹرڈ کے پانچویں سالانہ تبلیغی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ خلافتِ راشدہ کا دور ہماری تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ اس دور کے ارباب اختیار خود کو عوام کے حاکم کی بجائے خادم تصور کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ راتوں کو نرم و گداز بستر پر آرام فرمانے کے بجائے اپنے دارالسلطنت کے گلی کوچوں کا چکر لگایا کرتے تھے تاکہ وہ اپنی رعایا کے بارے میں صحیح صورتحال سے واقف ہو سکیں اور کسی مصیبت میں مبتلا شخص کی امداد و اعانت کر سکیں۔

انہوں نے اپیل کی کہ ملک میں خلافتِ راشدہ کی طرز پر نظام حکومت رائج کیا جائے انہوں نے خلفائے راشدین کے ایام بھی سرکاری سطح پر منانے کا مطالبہ کیا۔

جلسہ سے جس کی صدارت حافظ عبد الحمید نے کی مولانا حق نواز جھنگوی۔ مولانا منور حسین صدیقی مولانا محمد عمر لدھیانوی صوفی محمد صدیق عتیق اور حافظ بشیر احمد عثمانی نے بھی خطاب کیا۔

:::::::

طلباء کی سرگرمیاں  مرتبہ:۔ طاہر چودھری

ایف۔ ایس سی میں فرسٹ ڈویژن حاصل کرنے والے تمام طلباء کو میڈیکل کالج میں داخلہ دیا جائے' جاوید ابراہیم پراچہ

ماہانہ رپورٹ فارم جلد ارسال کئے جائیں' صفدر چوہدری

جمعیۃ طلباءِ اسلام کے قائم مقام مرکزی صدر جناب جاوید ابراہیم پراچہ نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے اپیل کی ہے کہ ایف۔ ایس سی میڈیکل گروپ کے فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونے والے تمام طلباءُ کو میڈیکل کالج میں داخلہ دیا جائے۔ انہوں نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا ہے کہ اس دفعہ میڈیکل کالج میں ۶۴۲ نمبر حاصل کرنے والے طالب علم کو داخلہ ملے گا۔ اس طرح تقریبًا تین چارسو فرسٹ ڈویژن حاصل کرنے والے طلباء کا مستقبل تاریک ہونے کا خدشہ ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ میڈیکل کالجوں میں پچیس فی صد نشستوں کا اضافہ کیا جائے تاکہ فرسٹ ڈویژن حاصل کرنے والے تمام طلباء کو داخلہ مل سکے۔

جمعیۃ طلباءِ اسلام پنجاب کے قائمُ مقام صدر جناب صفدر چوہدری نے صوبہ بھر کی تمام شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے ماہانہ رپورٹ فارم جلد از جلد مرکزی دفتر کے پتے پر روانہ کریں تاکہ انکی روشنی میں شوریٰ کے اجلاس میں تنظیمی صورتحال پر غور و خوض کیا جاسکے۔

جناب صفدر چوہدری نے تمام ضلعوں کے ناظمان عمومی کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے ضلع بھر کی شاخوں کے مکمل عہدیداروں کی فہرست اور ان کے ایڈریس جلد از جلد مرکزی دفتر جمعیۃ طلباء اسلام کے پتے پر ارسال کریں۔

صوبہ سندھ کے راہنماؤں کا دورہ:

صوبہ سندھ کے رہنما اور سکھر ڈویژن کے نگران جناب نذیر احمد صاحب پنھوار اور جناب محمد پناہ بلوچ ضلع جیکب آباد کے دورہ کے دوران غوثپور تشریف لائے جہاں ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا۔ انہوں نے طلباء کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔ اس کے بعد یہ لوگ ضلع جیکب آباد کے راہنماؤں کے ساتھ کندہ کوٹ تشریف لائے' یہاں جمعیۃ طلباء اسلام کے مثالی راہنماؤں نے انکا بڑے جوش و خروش سے استقبال کیا۔ اس استقبالئے میں تقریبًا اسّی طلباء کالج، دینی مدارس اور ہائی اسکول کے شریک ہوئے۔ عبدالحمید بلوچ نے مہمانوں کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ اس کے بعد عبدالحیٰ زناری اور نذیر احمد نے بھی طلباء سے خطاب کیا۔ اس استقبالیہ میں مولانا عمرالدین نائب امیر جمعیۃ علمأ اسلام بھی شریک تھے۔ رات کو بھی ایک اجلاس ہوا۔ اس کے بعد یہ راہنما ٹھل میں تشریف لائے یہاں بھی ان کے لئے ایک استقبالیہ ترتیب دیا گیا۔ رحمت اللہ صاحب نے سپاسنامہ پیش کیا اور جناب عبدالحیٰ نے راہنماؤں کے دورہ پر روشنی ڈالی۔

ضلع بہاولنگر:

گذشتہ روز جمعیۃ طلباءِ اسلام ضلع بہاولنگر کا ایک اجلاس زیرِ صدارت ملک خلیل احمد اعوان ضلعی صدر منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں پندرہ طلباءُ نے جمعیۃ طلباءِ اسلام کے پروگرام سے متاثر ہوکر شمولیت کا اعلان کیا۔ اس اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ جمعیۃ طلباءِ اسلام ضلع بہاولنگر کے تمام تعلیمی اداروں میں انتخابات لڑے گی۔ ضلع بہاولنگر کے تینوں ڈگری کالجوں ہارون آباد، چشتیاں اور بہاولنگر میں جمعیۃ طلباءِ اسلام اپنے مکمل پینل کھڑے کرے گی۔ اس سلسلے میں ضلعی صدر نے تینوں کالجوں میں الیکشن کی نگرانی کے لئے کمیٹیاں قائم کیں جو حسب ذیل ہیں:۔

ہارون آباد:۔ محمد ارشد، عمر حیات عبدالغفار اور غلام مرتضےٰ۔

چشتیاں:۔ ابراہیم شیخ، عمر فاروق، ریاض علی

بہاولنگر:۔ خالد وٹو اور عبداللہ محمود

قلعہ دیدار سنگھ (گوجرانوالہ) میں دفتر کا قیام:

گذشتہ روز قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ میں دفتر جمعیۃ طلباءِ اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس دفتر کا افتتاح حضرت مفتی محمود صاحب نے کرنا تھا مگر اُن کے نہ آنے کی وجہ سے قاضی

شمس الدین صاحب نے دفتر کا افتتاح کیا۔ انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "بیٹو! خوب محنت سے کام کرو جس میں کسی قسم کا لالچ نہ ہو"۔ افتتاح کے وقت حافظ آباد کے صدر جناب محمد اکرم، جنرل سیکرٹری جناب اشتیاق احمد اور دیگر طلباء شریک تھے۔

پیغامِ قائد

فوری توجہ کے لئے

اس سے پہلے بھی خانپور کے اجتماع کے موقع پر تمام شاخوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ جمعیت طلباءِ اسلام کی ہر شاخ 'عزمِ نو' کی خریدار بنے، مگر اس سلسلے میں ابھی تک کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوئی۔ اس لئے جمعیت طلباءِ اسلام کی تمام شاخوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ پندرہ روپے فی شاخ کے حساب سے 'عزمِ نو' کا سالانہ چندہ جلد از جلد مرکزی دفتر ارسال کریں۔ ایسی تمام رقوم اپریل کے آخر تک ہر صورت میں پہنچ جانی چاہئیں۔

میاں محمد عارف، مرکزی صدر

حلقہ مجاہد آباد (کراچی):

گذشتہ روز جمعیۃ طلباءِ اسلام حلقہ مجاہد آباد (کراچی) کا ایک اجلاس زیرِ صدارت جناب الطاف حسین منعقد ہوا۔ اجلاس میں جناب الطاف حسین صاحب نے جمعیت کے اغراض و مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ طلباء کو تلقین کی کہ وہ جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے پروگرام کو ہر طالبعلم تک پہنچائیں۔ آخر میں مندرجہ ذیل عہدیداروں کا چناؤ کیا گیا:۔

صدر : علی اصغر چشتی، کلاس بی۔ اے سال اول (تبلیغی کالج)

ناظم عمومی : محمد کریم بروہی، کلاس بی۔ اے سال اول (تبلیغی کالج)

ناظم نشریات : حبیب الرحمٰن ہزاروی

رحمٰن پورہ (لاہور):

گذشتہ روز جامعہ قاسمیہ رحمٰن پورہ لاہور کا ہفت روزہ اجلاس زیرِ صدارت جناب عبدالرحیم منعقد ہوا۔ بعد ازاں مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آیا:۔

صدر : محمد ایوب ہزاروی
نائب صدر : محمود احمد حیواتی
ناظم عمومی : نذیر احمد
ناظم : محمد اختر ندیم
" نشریات : محمد ابوبکر جاوید
" مالیات : شبیر احمد طارق

ضروری اعلان

عزمِ نو کا اپریل کا شمارہ تمام خریداروں کو روانہ کیا جا چکا ہے۔ جن ساتھیوں کو پرچہ نہ ملا ہو وہ ۲۵ اپریل تک مرکزی دفتر کو اطلاع دیں۔ نیز خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں، اس کے بغیر تعمیل نہ ہوگی۔

منظور احمد جاوید

حلقہ شیخ بستی (اوکاڑہ)

گذشتہ روز جمعیۃ طلباءِ اسلام شیخ بستی اوکاڑہ کا اجلاس زیرِ صدارت حافظ محمد یسین منعقد ہوا۔ جس میں شیخ بستی اوکاڑہ کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر : حافظ محمد یسین
نائب صدر : حافظ قدرت اللہ فاروقی
ناظم عمومی : حافظ ہارون الرشید رشیدی
ناظم : چوہدری محمد اشرف خلیل
" نشریات : ملک امان اللہ
" مالیات : سید منظور احمد شاہ

پنو عاقل (ضلع سکھر)

گذشتہ روز جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان پنو عاقل کا ایک اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں کافی تعداد میں طلباء نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ جلد از جلد اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ سید شمس الدین شہید کے قاتلوں کو گرفتار کر کے سزا دی جائے۔ بعد میں جمعیۃ کے سابق نائب صدر عبدالجبار شیخ کے والد مرحوم کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی۔ آخر میں درج ذیل عہدیداروں کو منتخب کیا گیا:۔

سرپرست : مولانا عبدالواحد صاحب
کنوینر اول : رحیم بخش صاحب
" دوم : حافظ عبدالرحمٰن شیخ

اظہارِ تعزیت (خانپور)

گذشتہ روز جمعیۃ طلباءِ اسلام ضلع رحیم یار خان کے مخلص کارکن جناب محمد آصف جمیل کی والدہ وفات پا گئیں۔ ان کی وفات پر جمعیت پنجاب کے ناظم صاحبزادہ فضل الرحمٰن درخواستی، خانپور کے ناظم اعلیٰ اور باقی عہدیداروں نے اور بزم شیخ الہند کے صدر سیف الرحمٰن درخواستی نے ان کے گھر جا کر اظہارِ تعزیت کیا اور مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔ مرکزی و صوبائی راہنماؤں نے بھی ایک پیغام میں اظہار افسوس کیا ہے۔

بھوئی گاڑ:

جمعیۃ طلباءِ اسلام بھوئی گاڑ کے صدر حسین احمد قریشی، ناظم عمومی سید اشفاق حسین اور باقی عہدیداروں نے ایک مشترکہ بیان میں مولانا قاضی محمد صدر الدین اور حضرت مولانا محمد یعقوب کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

ایڈیٹر کے نام.......

مزدوروں کو ظلم سے نجات دلائی جائے

مکرمی!

گذارش ہے کہ ہم کارکنان اتحاد کیمیکلز کالا شاہ کاکو ضلع شیخوپورہ آپ کے جریدے کی وساطت سے چند مشکلات و شکایات حکومت کے گوش گذار کرنا چاہتے ہیں۔ ہم مزدور اپنے وطن عزیز کی خاطر دن رات انتھک محنت کرتے ہیں مگر اس کا صلہ صرف چند افسر اٹھا رہے ہیں جنہیں پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں سیاسی رشوت کے طور پر ہم پر مسلط کیا گیا حالانکہ وہ اس منصب کے اہل نہیں ہیں۔

اتحاد کیمیکلز کے پرسانل منیجر ملک نثار حسین ٹوانہ (سابق پرسنل منیجر منو ٹیکسٹائل اینڈ جنرل ملز) نے اپنی سابقہ روایات کے مطابق فیکٹری ہذا میں غنڈہ گردی کو تقویت بخشی اور غنڈہ عناصر کی سرپرستی کی وجہ سے ان کی سیٹ برقرار ہے۔ انہوں نے اپنے تحفظ کے لئے فیکٹری میں غنڈے بھرتی کر رکھے ہیں اور آئے دن لوگوں کو بے جا تنگ کرتے رہتے ہیں۔ پرسانل منیجر کا الحاق اس وقت کی غیر قانونی یونین سے بھی ہے جو ذاتی مفاد کی خاطر مزدوروں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں اور خوف و ہراس کی فضا برقرار رکھے ہوئے ہیں یونین ہذا کا تعلق مزدور کسان پارٹی سے ہے اور ٹوانہ صاحب کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی سے ہے اور ماضی میں وہ اپرمال روڈ پیپلز پارٹی یونٹ کے صدر بھی رہ چکے ہیں اور اس وقت موجودہ عبوری حکومت سے تعاون کا لبادہ اوڑھ کر لوٹ کھسوٹ اور پاکستان کا استحصال کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ ...... یونین کی غلط پالیسی کی وجہ سے ورکرز ان کے خلاف ہیں اور اسی لئے یونین کے نئے انتخابات چاہتے ہیں لیکن پرسانل منیجر اس کو بداسنی کہہ کر مسلسل ٹال رہا ہے۔

۱۹ مارچ ۷۸ء کو پرسانل منیجر نے اتحاد کیمیکلز فیکٹری میں اپنے پروردہ لوگوں کو جمع کیا اور "بھٹو جیئے ہزاروں سال" کے نعرے لگوائے اور بعد میں جب مارشل لاء حکام نے ان سے جواب طلبی کی تو اس نے ان لوگوں کے نام لکھوائے جن کا پی۔پی۔پی یا غنڈہ عناصر سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

پچھلے سال فیکٹری کی انتظامیہ نے ورکرز کو ایک ایک عدد جرسی دی جس کی مالیت سرکاری کاغذات میں اسّی روپے فی کس ظاہر کی گئی ہے مگر اس کی اصل قیمت چالیس روپے فی کس ہے۔ اس طرح پرسانل منیجر نے مزدوروں کے ساٹھ ہزار روپے خرد برد کئے جو سراسر زیادتی ہے۔

ورکرز کو ہر ماہ صابن اور تیل دیا جاتا ہے اور ہر تین ماہ کے بعد دو گز کپڑا دیا جاتا ہے لیکن پرسانل منیجر اور اس کے پروردہ مزدوروں کا یہ کوٹہ سال میں دو تین دفعہ ہضم کر لیتے ہیں۔

ان تمام وجوہات کی بنا پر فیکٹری کی پیداوار سو فیصد سے کم ہو کر ساٹھ فیصد رہ گئی ہے۔

موصوف پرسونل منیجر فیکٹری کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ کر الٹے سیدھے احکام جاری کرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے مزدوروں میں بہت بددلی پائی جاتی ہے۔

ہم مارشل لاء حکام اور سول انتظامیہ کی توجہ اس طرف مبذول کرا رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ملک اور سماج کے دشمن اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے "آقاؤں" کے ہاتھ مضبوط کرتے رہیں۔

۷۷ء کے الیکشن میں اس نے فیکٹری کی بسیں اور ویگنیں پیپلز پارٹی کی الیکشن کمپین کے لئے بھیجی تھیں۔ اس کے علاوہ فیکٹری کے ٹھیکیداری نظام پر اس کا پورا پورا کنٹرول ہے اور اس شخص کو ٹھیکہ ملتا ہے جو اس کو حصہ دیتا ہے ورنہ ٹھیکہ نہیں مل سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دو فرلانگ سڑک بنوانے کا ٹھیکہ چھ لاکھ میں دیا جاتا ہے۔ پیپلز پارٹی کے متعدد کارکنوں کو بغیر کام کئے تنخواہ دلواتا رہا ہے۔ جس کو چاہے جب چاہے فیکٹری سے ڈسچارج کر دیتا ہے اور جس کو چاہے بغیر موجودگی کے حاضری لگا دیتا ہے ڈیوٹی ٹائم میں لوگوں کو اپنے گھریلو کام کے لئے بھیجتا ہے اور اپنے خاندان کے لوگوں کو دھڑا دھڑ روزگار کے مواقع فراہم کر رہا ہے جبکہ فیکٹری کے پندرہ پندرہ سالہ پرانے کارکن منہ اٹھائے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ ان کا پروردگار کب ان کو اس ظلم سے نجات دلائے گا۔

ایکشن کمیٹی، کارکنان اتحاد کیمیکلز
جی۔ ٹی۔ روڈ، کالا شاہ کاکو۔ ضلع شیخوپورہ

سرگودھا تعلیمی بورڈ:

مکرمی!

میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ سرگودھا انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ کے پرائیویٹ طلباء سے رقم بٹورنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ وہ یہ کہ پرائیویٹ امتحان دینے والے انٹرمیڈیٹ کے امیدواروں کے داخلہ کی بغیر لیٹ فیس آخری تاریخ ۱۵ دسمبر ۱۹۷۷ء تھی۔ میں نے مبلغ ۹۵ روپے ۱۴ دسمبر کو یونائیٹڈ بنک جھنگ میں جمع کرائے، اور میرا داخلہ فارم بورڈ آف ایجوکیشن سرگودھا کی چٹھی کے مطابق مذکورہ بورڈ کے دفتر میں ۱۷ دسمبر کو پہنچ گیا تھا۔ فارم بذریعہ ڈاک پہنچا۔ اس کے بعد یکم اپریل ۷۸ء کو بورڈ ہذا سے چٹھی ۲۵۵۵۷ موصول ہوئی جس میں میرے نام ابھی تک ۸۵ روپے مزید واجب الادا اندراج ہیں یعنی دگنی فیس سے بھی کچھ بالاتر۔ اور یہ بھی چٹھی میں مرقوم ہے کہ بعدم ادائیگی رقم کی صورت میں رول نمبر سلپ روک لیا جاوے گا۔ اسی طرح کے چکروں سے میٹرک کے پرائیویٹ طلباء کو بھی ہراساں کیا گیا ہے اور کئی سادہ دل امیدواروں سے کلرکوں نے

بٹوری ہے۔

لہذا میں جناب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق اور ان کے مشیر برائے تعلیم سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ تعلیمی بورڈ میں غریب پرائیویٹ طلباء کو ہراساں کرنے والوں کا سختی سے محاسبہ کیا جائے۔ عطاء اللہ، ڈاکخانہ پیر عبدالرحمٰن جھنگ

سڑک تعمیر کی جائے :

ڈیرہ اسمٰعیل خان سے عام شاہراہیں پشاور سے کراچی۔ کوئٹہ۔ ژوب اور ڈیرہ سے ملتان ڈیرہ تا پشاور وغیرہ آباد جاتی ہیں مگر بدقسمتی سے اس پسماندہ ضلع کی سڑکیں جگہ جگہ سے ٹوٹ چکی ہیں۔ یہاں قیام پاکستان کے بعد سے کوئی نئی سڑک تعمیر نہیں ہوئی۔

ہم اہلیان ڈیرہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور زون "بی" کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے اپیل کرتے ہیں کہ ان سڑکوں کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کا حکم صادر کریں۔

ڈیرہ اسمٰعیل خان کے پانچوں بازاروں کی چوڑائی صرف آٹھ فٹ ہے۔ سڑکوں کی چوڑائی کم ہونے کے باعث ٹریفک متاثر ہوتی ہے اور کافی حادثات ہوتے ہیں۔ حکومت سے اپیل ہے کہ ان بازاروں کو چوڑا کیا جائے اور یک طرفہ ٹریفک چلائی جائے۔

فضل محمد، ڈیرہ اسمٰعیل خان

اپیلوں کی مذمت :

مکرمی!

روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۷ اپریل ۷۸ء نظر سے گذرا جس میں یہ خبر رقم تھی کہ

"مرتضیٰ بھٹو بیرون ممالک تشریف لے گئے ہیں اور قتل کے بڑے ملزم بھٹو کے لئے رحم کی درخواستیں کر رہے ہیں"

یہ حیران کن خبر ہے۔

دریں اثناء ہم جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے گذارش کرتے ہیں کہ ایسے رہزنوں کو وطن واپس بلایا جائے اور ان کے رفقاء کے باہر جانے پر پابندی لگائی جائے جن کے پیش نظر ملک و ملت کا مفاد نہیں بلکہ ذاتی اغراض سامنے ہیں

یہ رحم کی اپیلیں کرنے والے دانشور اور محبان بھٹو اور رحم کی اپیلیں کرنے والے ممالک کیا اس وقت خواب غفلت کی نیند سوئے ہوئے تھے جب سر عام سڑکوں پر طلباء، مزدوروں کسانوں، وکیلوں، بچوں، عورتوں اور جوانوں کی لاشیں تڑپ رہی تھیں اور عوام کے سینے گولیوں سے چھلنی کئے جا رہے تھے۔ آنسو گیس کا اندھیرا ابر کی طرح چھایا ہوا تھا۔ حالانکہ ان حالات میں بیرونی ممالک کے پاس وسائل موجود تھے کہ پاکستان میں قیامت خیز حالات کا جائزہ لیں اور انسانیت کے خون میں ہاتھ رنگنے والے جابر اور ظالم کے ہاتھوں کو روکیں، لیکن اس وقت سب پر سکوت طاری تھا اور اب جبکہ باطل کو زیر زمین دفن کیا جا رہا ہے اور حق و صداقت کی آواز کو بلند کیا جا رہا ہے اس وقت یہ سوئے ہوئے غمخوار بیدار ہوئے۔ اور رحم کی بھیک کا واویلا شروع کر دیا۔

ہم جنرل صاحب کی توجہ حدود اللہ اور حق و انصاف کے ترازو کی طرف مبذول کراتے ہوئے گذارش کرتے ہیں کہ آپ ان لوگوں کے ذہنی تخیلات کو پاؤں تلے کچلتے ہوئے استقامت اور انصاف کو تھامیں۔ خدا آپکا حامی و ناصر ہے۔

مطیع الرحمان ساجد مشرقی

گندگی کے ڈھیر اٹھائے جائیں :

مکرمی!

کمشنری بازار میں بڑھتی ہوئی ٹریفک پر کنٹرول کیا جائے، خصوصاً موٹر سائیکل اور سکوٹر سوار حضرات کو ہدایات کی جائے کہ وہ تیز رفتاری سے گریز کریں۔

سکول کے قریب گندگی اور غلاظت کے ڈھیر جمع رہتے ہیں جن کی وجہ سے سکول کی طالبات بدبو اور تعفن کی وجہ سے سخت پریشان ہیں۔ یہ گندگی کے ڈھیر ہٹائے جائیں۔

کمشنری بازار میں سڑک کی صفائی چھوٹے چھوٹے بچے کرتے ہیں جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ صفائی کے باوجود بدستور کوڑا کرکٹ سڑک پر جمع رہتا ہے۔ متعلقہ حکام سے گذارش ہے کہ وہ صبح سویرے سڑک کو صاف کرانے اور پانی کا چھڑکاؤ کرانیکا اہتمام کریں۔

لطیف الرحمٰن
کمشنری بازار، ڈیرہ اسمٰعیل خان

مضمون نگار حضرات

سے گذارش ہے کہ مضامین کاغذ کے ایک طرف اور خوشخط تحریر کریں۔

(ادارہ)